



# چاند رات کو چاندنی ملی

## سباس گل

www.urdu novels mania .com

Novels  
Mania

Urdu Novels Mania Team©

www.urdu novels mania .com



## ناول: چاند رات کو چاندنی ملی

### از قلم: سباس گل

ابر برسے تو وہ ساون کی پھواروں جیسا  
اور کھل جائے تو پھر چاند ستاروں جیسا  
اس کا آنچل ہے کہ ڈھلکا ہی چلا جاتا ہے  
پھر بھی معصوم ہے وہ ابر کے پاروں جیسا

\*\*\*\*\*

"رن رن" ٹیلیفون کی گھنٹی بجی تو رانیہ باہر جاتے جاتے پلٹی۔  
"تھینکس گاڈ! لائن تو ملی۔" دوسری جانب مامون ضیاء نے لائن ملنے پر کلمہ و شکر ادا کیا۔  
"ہیلو۔" رانیہ کی مترنم آواز مامون کے کان میں پڑی۔  
"اسلام و علیکم! یہ رضیہ خالہ کا گھر ہے؟"  
جی ہاں! آپ کون صاحب؟  
میں رضیہ خالہ کا بھانجہ بات کر رہا ہوں کراچی سے، رضیہ خالہ سے بات کر ادب کیجئے۔  
مامون نے مہذب لہجے میں اپنا تعارف کرایا۔

آپ کا نام؟

بھی کیا یہ کافی نہیں ہے کہ میں رضیہ خالہ کا بھانجہ بات کر رہا ہوں۔ مامون نے چڑ کر کہا۔  
مسٹر بھانجے!

یہاں محلے میں میری اماں کو سب لڑکے لڑکیاں خالہ کہتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ سب کے سب اماں کی بھانجے بھانجیاں ہو گئے وہ بھی سکے والے۔ رانیہ نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔  
"لاحول ولا قوۃ" وہ غصے سے بولا۔

"یہ آپ نے اپنے لیے پڑھا ہے نا۔" رانیہ نے اسے مزید تپانے کو معصومیت سے کہا تو سمجھ گیا کہ اتنی دیر سے لائن بڑی کیوں مل رہی تھی، یقیناً یہ باتونی لڑکی ٹیلیفون پر اپنی کسی سہیلی سے گپیں مار رہی ہو گی۔

"میں ہارون ضیاء کا بھائی اور ضیاء الدین کا بیٹا، مامون ضیاء بات کر رہا ہوں، آیا آپ کی سمجھ میں، اب بات کرئیے میری خالہ رضیہ سے" مامون نے اپنا غصی ضبط کرت ہوئے اپنا مکمل تعارف کرایا۔  
اور اگر نہ کراؤں بات تو۔" رانیہ کو بھی اپنے کزن کو ستانے کا مزہ آرہا تھا، جس کو آج تک اس نے دیکھا نہیں تھا۔ شرارت سے کہا۔

میں دیکھ لوں گا تمہیں۔ وہ دانت پیستے ہوئے بولا۔

دیکھ لینا مگر اچھی نظر سے کہیں مجھے نظر ہی نہ لگا دینا۔

"دل تو تھپڑ مارنے کو چاہ رہا ہے" وہ بولا تو رانیہ کھلکھلا کر ہنس پڑی اور مامون کو محسوس ہوا کہ جیسے اس کی سماعتوں میں جھرنے گنجانے لگے ہوں، کتنی دلنشین ہنسی تھی اس کی وہ کھوسا گیا۔

اماں! آپ کے بھانجے مامون ضیاء کا کراچی سے فون ہے لیں بات کریں ہامون جادوگر سے "۔ رانیہ نے رضیہ بیگم کو آواز دے کر کہا مامون کو اس کا ہامون جادوگر کہنا سلا گیا، کتنی دلیر تھی کیسی بے تکلفی سے کرن ہونے کا حق استعمال کر رہی تھی۔ مامون کو حیرت ہو رہی تھی۔

آخر یہ لڑکی کیا چیز ہے؟

رانیہ نے ریسپور رضیہ بیگم کو تھما دیا اور خود چھت پر سوکھے کپڑے اُتارنے چلی گئی۔ کپڑوں کا ڈھیر اُتار کر آتھائے ہوئے نیچے آئی تو رضیہ بیگم کو خوشی سے برآمدے میں ٹہلتے دیکھا۔

خیر تو ہے اماں کیا کہہ دیا اس ہامون جادوگر نے جو آپ اس قدر خوش دکھائی دے رہی ہیں؟ رانیہ نے کپڑے تخت پر رکھتے ہوئے ان کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اے نام کیوں بگاڑ رہی ہے بچے کا اتنا پیارا نام ہے مامون سب اسے چاند کہتے ہیں "مون" وہ پرسوں یہاں آ رہا ہے اس کی تین مہینے کی کوئی ٹریننگ ہے اس لیے کہہ رہا تھا کچھ دن آپ کے پاس رہوں گا پھر کوئی بندوبست کو لوں گا۔ تین ماہ تک آپ پر بوجھ نہیں بنوں گا۔ میں نے تو ڈانٹ دیا کہ یہ کیسی باتیں کرتے ہو، خالہ کے گھر پہلی بار آ رہے ہو اور کہیں اور جانے کی بات بھی سوچے ہوئے ہو۔ یہ میں نہ ہونے دوں گی۔ تم تین ماہ یہاں رہو گے ورنہ آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بڑی نہ نہ کرتا رہا بلاخر مان گیا "رضیہ بیگم نے ساری بات تفصیل سے بتا دی۔

"اماں ابھی کل تو میرے امتحان ختم ہوئے ہیں اور ابھی پڑھائی کی تھکن بھی نہیں اتری کہ آپ نے مستقل مہمان کو دعوت دے دی ہے۔ وہ بھی تین مہینے کے لیے گویا میری ساری چھٹیاں ان موصوف کی خاطر توضیح کرتے ضائع ہو جائیں گی"۔ رانیہ نے منہ بنا کر کہا۔

چپ نادان مہمان اللہ کی رحمت ہوتا ہے اور پہلی بار مامون یہاں آ رہا ہے کبھی چار سال کی عمر آیا تھا بڑے گھر کا بچہ ہے، کار کوٹھی کا عیش و آرام ہے نوکر چاکر آگے پیچھے پھرتے ہیں اس کے۔ پھر بھی آپ نے اسے اپنے اس چھ سات مرلے کے گھر آنے کے لیے کہہ دیا یہاں کون سے نوکر چاکر ہیں جو اس ہامون جادوگر کی خدمت گزاری میں لگے رہیں گے اور روز روز نت نئے پکون کہاں سے لائیں گے ہم اسے، بیشک ابا کا جنرل اسٹور ہے مگر بھانجے کو اس کی حیثیت کے مطابق نہیں رکھ سکیں گے یہاں۔ رانیہ نے سنجیدہ اور سپاٹ لہجے میں کہا تو وہ بولیں۔

ہم مامون کو اپنی حیثیت کے مطابق رکھیں گے اس کے ماں باپ کو ہمارے حالات کا علم ہے۔ اماں یہ مامون ضیاء آپ کی خالہ کی بیٹی سلیمی آنٹی کا بیٹا ہے نا؟ ہاں اور تمیز سے بات کر، پانچ سال بڑا ہے وہ عمر میں تجھ سے ایم سی ایس کیا ہے، بڑی اچھی نوکری ملی ہے اسے لاہور میں۔

ملی ہوگی میری بلا سے، میری چھٹیاں تو برباد ہو گئیں ناں اس کی وجہ سے۔ رانیہ کپڑوں کی تہ لگاتے ہوئے بولی۔

وہ تجھے کیا کہہ دے گا، خبر دار جو اس کے سامنے کوئی الٹی سیدھی بات کی ہاں۔ اوپر والا کمرہ اچھی طرح سے صاف کر کے پلنگ پر نئی چادر بچھا دینا اور غسل خانے میں نیا تولیہ اور صابن وغیرہ بھی رکھ دینا۔ امس نے ہدایات دینا شروع کر دیں اور رانیہ غصے سے پیر پختی اوپر چلی گئی۔

\*\*\*\*\*

Typing\_By\_Ash\_Khann

\*\*\*\*\*

رضیہ بیگم اور امجد علی کے دو بچے تھے ایک بیٹا اسجد علی اور اس سے پانچ سال چھوٹی رانیہ علی، امجد علی کا جنرل سٹور تھا جو کامیابی سے چل رہا تھا۔ سات مرلے کا مکان بھی اپنا تھا۔

اسجد نے ایف اے کے بعد پڑھائی چھوڑ دی اور سنار کا کام سیکھ کر اپنے دوست کے ساتھ دبئی چلا گیا، اور اس کا کام خود سے چل نکلا تھا۔ گھر والوں کو بھول گیا تھا، سال بھر سے اس کا کوئی خط نہیں آیا تھا۔ بس بکا عید پر فون کر کے اس نے جیسے اپنا فرض پورا کر دیا تھا۔ رضیہ بیگم اور امجد علی کو اکلوتے بیٹے کی لاپرواہی اور بے حسی کا بہت رنج تھا اور وہ دونوں دل ہی دل میں بیٹے کی یاد میں خون کے آنسو روتے تھے۔

رانیہ کو اسجد علی پر غصہ آیا کرتا تھا، اسے دولت والوں سے اس لیے سخت چڑھو گئی تھی کہ وہ خون کے رشتوں کو دولت کی ہوس میں بھلا دیتے ہیں۔

رزق کی اندھی دوڑ میں رشتے کتنے پیچھے رہ جاتے ہیں رانیہ کو بہت کم عمری میں ہی اس کا احساس ہو گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے مڈل کلاس سے تعلق ہونے پر شاکر تھی۔ اسے روپے پیسے کا کوٹھی کی خواہش تھینہ ہوس۔ حال ہی میں اس نے بی ایس سی کا امتحان دیا تھا۔ وہ بہت ذہین تھی ہر سال اعلیٰ نمبروں سے پاس ہوئی تھی ہمیشہ اے گریڈ لیتی تھی۔ اس بار بھی وہ پُر امید تھی۔۔

\*\*\*\*\*

رضیہ بیگم کی ایک ہی خالہ تھیں اور سلیمی ان کی بیٹی تھیں ان کی شادی ضیاء الدین سے ہوئی تھی جو کار کوٹھی کے مالک تھے۔ ان کے دو چھوٹے بیٹے تھے۔ ہارون ضیاء اور مامون ضیاء۔ ہارون ضیاء جو کہ شادی شدہ اور بچوں والے تھے فیکٹری چلا رہے تھے ان سے چار سال چھوٹا مامون تھا بہت لائق تھا۔

ایم سی ایس کرنے بعد ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کر رہا تھا اور اب اس سے اچھی کمپنی میں جاب ملنے پر ٹریننگ کے لیے لاہور آ رہا تھا۔ رضیہ بیگم کے ایک ہی بھائی تھے۔ مجید غفار اور ان کی بیوی رخسانا مجید ان کی تین بیٹیاں اور دو بیٹے تھے رخسانا مجید رانیہ کو اپنی بہو بنانا چاہتی تھیں اور امجد علی کے بھائی ارشد علی بھی رانیہ کو اپنی بہو بنانے چاہتے تھے دونوں طرف دولت اور حمیز کا بھاری لالچ تھا کہ اسجد علی دبئی گیا ہے تو خوب دولت کما کما کر بھیج رہا ہوگا۔ لیکن جب انہیں گھر میں کوئی خوشگوار تبدیلی نظر نہ آئی اور یہ معلوم ہوا کہ اسجد علی نے گھر والوں سے رابطہ ہی ختم کر رکھا ہے، پیسے بھی نہیں بھیجتا تو وہ دونوں پیچھے ہٹ گئے۔ رانیہ ان کی نیتوں سے بے خبر نہیں تھی جمی وہ ان سب سے اور دولت سے بیزار رہتی تھی۔ جس نے اس کے خون کے رشتوں میں کھوٹ پیدا کر دیا تھا۔ اس کے سکے بھائی کو اس سے دور کر دیا تھا۔

\*\*\*\*\*

امجد ہاؤس چم چم کر رہا تھا رانیہ نے اماں (رضیہ بیگم) کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے اوپنوالے کمرے کو بھی دھو کر، جالے صاف کر کے خوب سلیقے سے سیٹ کر دیا تھا اور باقی گھر کو بھی دھو کر صاف کر ستر کر دیا تھا۔

مامون بارہ بجے کی فلائٹ سے آ رہا تھا ابادو پہر کا کھانا کھانے کے لیے گھر ہی آئے تھے۔ رانیہ نے چکن بریانی، مٹن قورمہ، کسٹر رڈ اور سلاد بنیا تھا۔

اماں یہ موصوف تین ماہ رہیں گے اور آپ نے آج ہی سارے پکوان پکوالئے۔ رانیہ نے پانی پیتے ہوئے کہا۔

پہلی بار آیا ہے مامون یہاں کیا سوچتا کہ خالہ ایک وقت اچھا کھانا بھی نہیں کھلا سکتی۔  
وہ آگیا ہے خبردار جو اس کے سامنے کوئی الٹی سیدھی بجواس کی۔ شرمندہ نہ کر دینا مجھے اس کے  
سامنے۔

رضیہ بیگم نے آہستگی سے اسے ڈپٹتے ہوئے کہا۔

ہاں جیسے پہلے تو میں ہر کسی کے سامنے آپ کو شرمندہ کرتی رہی ہوں ناں۔

اری میری رانی! میرا مطلب یہ تھوڑی تھا۔ اچھا دس پندرہ منٹ میں کھنا دینا اور مامون کو بھی آکر  
سلام کر دینا۔

اس حلیے میں رانیہ نے اپنی میلے کپڑوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ صبح سے تو آپ نے کچن میں گھسا  
رکھا ہے میں کھانا لگا کر نہانے چلی جاؤں گی۔

اچھا ٹھیک ہے ڈھنگ کے کپڑے پہننا رضیہ بیگم نے جلدی سے کہا اور تیزی سے ڈرائنگ روم میں  
چلی گئیں۔

www.urdu novels mania.com

جہاں مامون آچکا تھا اور امجد علی سے محو گفتگو تھا۔

رضیہ بیگم سے بھی وہ بہت مہذب انداز میں ملا کچھ دیر دونوں میاں بیوی اس سے گھر والوں کی، اس کی  
ملازمت کی بابت گفتگو کرتے رہے پھر تینوں نے مل کر کھانا کھایا۔ مومون کو ٹیلی فون پر بات کرنے  
لڑکی یعنی رانیہ کو دیکھنے کی تمنا تھی اور وہ بھی کہیں بھی نظر نہیں آئی تھی۔ امجد علی کھانے کے بعد مامون  
کو آرام کا کہہ کر واپس اسٹور پر چلے۔ گئے تھے۔

خالہ جان میں نے جب فون کیا تھا تو کس نے اٹھایا تھا۔

رانیہ نے اٹھایا تھا۔

رانیہ کون؟

اسے سلمیٰ بیگم نے بتایا تھا کہ رانیہ ان کی بیٹی ہے مگر وہ انجان بن کر پوچھ رہا تھا۔  
میری اکلوتی بیٹی ہے اور کون تم لوگ کبھی ملے جو نہیں اسی لئے معلوم نہیں ہے۔  
کھانا اسی نے پکایا تھا صبح سے کام میں لگی ہوئی تھی شائد سو گئی ہو۔

بیٹا اب تم بھی آرام کرو تمہارا کمرہ اوپر چھت پر ہے اپنا سامان بھی وہیں لے جاؤ ان شاء اللہ شام کو ملاقات ہوگی۔ رضیہ بیگم نے مسکراتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔

ٹھیک ہے خالہ جان! وہ سعادت مندی سے بولا اور اپنا سوٹ کیس اٹھا کر سیڑھیاں چڑھتا جو نہی اوپر پہنچا  
اس کی نظر رانیہ پر پڑی جو نہانے کے بعد دھوپ سینکنے چھت پر آگئی تھی۔ وہ سفید شلوار ہلکی نیلے رنگ  
کی کاٹن کی قمیض دوپٹے میں نکھری نکھری بے حد دلکس لگ رہی تھی۔ رانیہ بھی آہٹ سن کر  
سیڑھیوں کی جانب پڑی تو اپنے روبرو ایک چھ فٹ لمبے، مضبوط وجیہ۔ سرخ و سفید رنگت والے  
خوب رو جوان کو دیکھ کر سٹیٹا گئی، اسے خیال نہیں رہا تھا کہ اوپر تو اب مامون کا کمرہ سیٹ کر دیا گیا ہے۔  
وہ آرام کرنے یہی آتا مگر رانیہ تو نہا کپڑے حسب عادت اوپر آگئی تھی۔ اب شرمندہ سی واپس جانے لگی  
تو مامون نے اس کے سر اُپے پر گہری نگاہ ڈالتے ہوئے شوخ لہجے میں مسکرا کہا۔

اوہ تو آپ ہیں ملکہ رانیہ

اوہ تو آپ ہیں مامون جادوگر۔ رانیہ نے برجستہ جواب دیا تو مامون کو بے اختیار ہنسی آگئی اور وہ زروس ہو کر نیچے جانے کے ارادے سے آگے بڑھی ہی تھی کہ مامون نے اس کا ہاتھ تھامنے کی جسارت کر ڈالی۔ رانیہ اس کی اس حرکت پر حیران رہ گئی۔

\*\*\*\*\*

آتے ہی اپنی اوقات دکھا دی نا، چھوڑا میرا ہاتھ۔ رانیہ نے غصے سے اس کے خوب روپھرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

فون پر خود ہی تو کہا تھا تم نے کہ مجھے دیکھ لینا مگر اچھی نظر سے کہیں نظر نہ لگا دینا اور میں نظر تھوڑی لگا رہا ہوں میں تو تمہیں اپنی نظر میں سمارا ہا ہوں، بسا رہا ہوں۔ رانیہ تم واقعی رانی ہو۔ مامون نے اس کے چہرے کو والمانہ پن سے دیکھتے ہوئے کہا۔

چھوڑا میرا ہاتھ خوب جانتی ہوں میں تم جیسوں کو کلی کلی منڈلانے والے بھورے لڑکی دیکھتے ہی تم جیسوں کی شرافت کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ وہ اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے چھڑاتے ہوئے نفرت سے بولی۔

www.urdu novels mania.com

شٹ اپ مامون کی غیرت وانا پر تازیانہ لگا تھا۔ اس نے غصے میں رانیہ کے گال پر پتھر رسید کر دیا۔ رانیہ اس کے اس عمل کے لیے ہر گرتیار نہ تھی لڑکھڑا کر صحن کی دیوار کے ساتھ جا ٹکرائی اس کے سر پر چوٹ لگی تھی۔ رانیہ کی چیخ نکل گئی۔ مامون کو اپنی سنگین غلطی کا فوراً احساس ہوا تھا۔ وہ اسے پکڑنے کے لیے بڑھا تو رانیہ نے غصے سے اس کے ہاتھ جھٹک دئیے اور اتنی حقارت سے اسے گھورا

کہ وہ اندر تک شرمسار ہو گیا۔ وہ اس پر قہر الودنگاہ ڈال کر تیزی سے نیچے دوڑ گئی۔ مامون نے اس کی آنکھوں میں چھلکتی نفرت کو محسوس کرتے ہوئے آنکھیں میچ لیں۔

[illegible]

\* \* \* \* \*

گھٹیا، آوارہ، فلرٹ، کیسے مجھے دیکھتے ہی لٹو ہو گیا اور میں نے آئینہ دکھایا تو الٹا مجھی پر ہاتھ آٹھایا۔ مامون ضیاء تم نے بہت برا کیا ہے میرے ساتھ اور اب اچھا تو میں بھی تمہارے ساتھ نہیں کروں گی۔ میں اماں، کو شرمندہ نہیں دیکھ سکتی ورنہ تمہاری اس گھٹیا حرکت کے بارے میں ضرور بتا دیتی۔ تم نے مجھ پر ہاتھ آٹھا کر دشمنی مول لی ہے۔ تمہارا پہلا تاثر ہی قابلِ نفرت ہے، آئی ہیٹ یو مامون ضیاء آئی ہیٹ یو، تم نے اس حرکت سے ثابت کر دیا کہ تم ایک بگڑے ہوئے آواہ، مزاج امیر زادے ہو لیکن میں تمہارے مزاج کی لڑکی نہیں ہوں یہ تم بھی جان لو گے،

رانیہ اپنی کمرے میں آکر بستر پر ڈھے گئی، خاموشی سے روتے ہوئے دل میں سوچتے سوچتے نیند کی وادی میں اتر گئی۔

\* \* \* \* \*

دو دن ہو گئے تھے اس واقعے کے بعد رانیہ اور مامون کا آمناسا منا نہیں ہوا تھا۔ رانیہ دانستہ اس کے سامنے آنے سے کتر رہی تھی۔

رانیہ بیٹی یہ مامون ابھی تک نیچے نہیں آیا دیکھنا جا کر کہیں سوہی نہ رہا ہو، دفتر بھی تو جانا ہے اسے، کبھی دیر ہو جائے، رضیہ بیگم نے اگلی صبح رانیہ سے کہا امجد علی ناشتہ کر کے اسٹور پر چلے گئے تھے اور مامون ابھی تک ناشتہ کے لیے نہیں آیا تھا۔

اماں میں نہیں جا رہی بھوک لگے گی تو آج آجائے موصوف۔ رانیہ نے منہ بنا کر جواب دیا۔ انہوں نے ٹرے اٹھا کر کہا۔

اچھا چل یہ ناشتہ بھائی کو اوپر ہی دے آ، میرا کوئی بھائی نہیں ہے، جب سگا بھائی اپنا نہیں بنا تو یہ کیوں میرا بھائی بنے لگا۔ وہ غصے سے کہتی کچن سے تیزی سے باہر نکل گئی اور اس جانب آتے مامون سے ٹکرا گئی۔

اپنی آنکھیں کھلی رکھا کریں مسٹر۔ اس سے پہلی کہ وہ کچھ کہتا رانیہ نے فوراً اسے اس ٹکراؤ کا دوش دیتے ہوئے غصے سے کہا تو مسکراتے ہوئے بولا۔

آنکھیں کیا میں نے اپنے دل کے دروازے بھی تمہارے لیے کھول رکھے ہیں۔

اپنی کھال میں رہو ورنہ میں ابا سے تمہاری شکایت کر دوں گی اور اس گھر کے دروازے تم پر ضرور بند کر دیے جائیں گے سمجھے تم۔ رانیہ نے غصے سے اسے گھورتے ہوئے کہا تو بھی سپاٹ لہجے میں بولا۔ سمجھ گیا تم بھی سمجھ جاؤ پانچ چھ سال بڑا ہوں تم سے عمر میں تمیز سے آپ کہہ کر بات کیا کرو مجھ سے۔ عمر میں بڑے ہو حرکتیں تو بہت چھوٹ اور گرمی ہوئی کرتے ہو۔ یہ کہہ کر وہ رکی نہیں تھی اور اپنے کمرے میں جا گھسی تھی۔

مامون بے بسی سے لب کاٹنا ناشتہ کیے بغیر آفس کے لیے نکل گیا۔

\*\*\*\*\*

Typing\_By\_Ash\_Khann

\*\*\*\*\*

رانی تو نے کیا کہا ہے مامون سے جو وہ ناشتہ کیے بغیر آفس چلا گیا؟

رضیہ بیگم نے باورچی خانے کی جالی دار کھڑکی سے اسے مامون سے الجھتے ہوئے دیکھ لیا تھا جھبی اس کے جانے کے بعد رانیہ کے سر پر جا پہنچیں اور جرح کرنے لگیں۔

واپس آنے گا تو اسی سے پوچھ لیجیے گا۔ رانیہ نے چڑک کر جواب دیا۔

تمہاری ان حرکتوں اور رویوں کو دیکھ کر وہ یہی سمجھے گا کہ تمہیں اس کا یہاں آنا اچھا نہیں لگا وہ واپس چلا جائے گا تو کیا عزت رہ جائے گی میری۔ اس کے ماں باپ کی نظر میاں۔ کیا سوچیں گے وہ کہ رضیہ چار دن بھی ہمارے بیٹے کو اپنے گھر مہمان نہیں رکھ سکی۔ آخر تیرا مسئلہ کیا ہے بتنا مجھے؟ رضیہ بیگم نے غصے سے سوال کیا۔

آپ جانتی ہیں مجھے امیر لوگ اچھے نہیں لگتے۔

لاچی لوگ اچھے نہیں لگتے مجھے۔ سارے امیر برے تھوڑے ہوتے ہیں اور ماموں کی طبیعت کتنی سادہ ہے امیروں والے چونچلے نہ نخرے اتنا پیارا اور سعادت مند اور نیک بچہ ہے، کبھی اس سے ہنس بول بھی لیا کر کون سا پردہ ہے تیرا اس سے۔ رضیہ بیگم نے اس کی بات کی تو صبح کرتے ہوئے ماموں کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے اسے ہدایت دی۔

اچھا اماں لوں گی اس سے بات ابھی تو مجھے سونے دیں۔ اس نے ان کی ڈانٹ سے بچنے کے لیے ان کی بات مانتے ہوئے کہا۔

نہ یہ کون سا وقت ہے سونے کا اٹھ کر کام ختم کر نخوت پھلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ رضیہ بیگم کو پھر جلال آگیا اور سختی سے بولیں۔

کام ختم کر تو لیا ہے جھاڑو پوچا ڈسٹنگ کر دی ہے بستر درست کر دیے ہیں اب اور کون سا کام کروں؟ ماموں کا کمرہ اس گھر کا حصہ نہیں ہے کیا چار دن ہو گئے آج تُو نے صفائی تک نہیں کی وہ کیا سوچے گا کیسے گندے کمرے میں رہ رہا ہوں۔

آپ کو تو بس اپنے لاڈلے کی فکر ہے، وہ کیا سوچے گا، اس کے اماں ابا کیا سوچیں گے، کر دیتی ہوں صفائی۔ وہ جلتی ہوئی بستر سے اترتے ہوئی بولی تو انہوں نے ہدایت دی۔

صبح میں جھاڑو لگا دینا وہ گیا ہوا ہے اس کے آنے سے پہلے ہی صفائی کر لے، بعد میں اس کے سامنے جاتے ہوئے نخرے کرے گی۔

جی اچھا سارا سکون برباد کر کے رکھ دیا ہے موصوف نے۔

\*\*\*\*\*

کمرے میں جھاڑو پوچا لگانے کے بعد منہ ہاتھ دھویا اور کمرے کی ڈسٹنگ کرنے لگے۔

مامون کی تمام چیزیں ترتیب سے رکھنے کے بعد وہ ڈسٹنگ کرتے ہوئے رائٹنگ ٹیبل پر رکھی اس کی فریم شدہ تصویر اٹھا کر دیکھنے لگی۔ وہ ایک وجہ مرد تھا۔ سرخ و سفید رنگت ڈارک براؤن گھنے سلکی بال ڈارک براؤن چمکدار آنکھیں پر کش چہرہ اس پر مسکراتے احمریں لب دراز قامت، کسرتی بدن کا مالک مامون ضیاء کسی شہزادے سے کم نہیں تھا۔ لڑکیاں اس کی مردانہ وجاہت پر مرقی تھیں مگر، رانیہ سوچ رہی تھی کہ کاش اس خوبصورت مرد کی سیرت بھی اتنی ہی خوبصورت ہوتی، یہ دل پھینک نہ ہوتا، کہ لڑکیاں دیکھتے ہی ڈانٹاگ بولنے لگے۔

مامون کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اسے ہلکا سا بخار تھا وہ اس لیے دیر سے گھر سے نکلا تھا اور آفس میں دو دن کی چھٹی کی درخواست دے کر ڈاکٹر سے چیک اپ کروا کے دو خریدتا ہوا واپس گھر آیا تھا اور اپنے کمرے میں قدم رکھتے ہی اس کی نظر رانیہ پر پڑی جو اس کی تصویر پر اپنا آنکھ پھیرتے ہوئے اسے بغور دیکھ رہی تھی، وہ لمحے بھر کو ٹھٹکا پھر جانے کیوں مسکرایا۔

رانیہ عام سے گھریلو حلیے میں بھی بے حد پرکشش دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب کر رہی تھی۔

اتنے غور سے میری تصویر میں کیا دیکھ رہی ہو؟ مامون نے اپنی بھاری دلکش لہجے میں سوال کیا تو وہ بری طرح سٹپٹا کر اس کی سمت دیکھنے لگی اور پھر اس کی مسکراہٹ سے گھبرا کر تصویر واپس میز پر رکھتے ہوئے بولی۔

دیکھ رہی تھی کہ اس تصویر کی آنکھوں میں شرم و حیا ہے کہ نہیں۔

پھر ملی؟ وہ دو قدم آگے چلا آیا اور دواؤں کا لفافہ میز پر رکھ دیا۔  
کیا؟

شرم و حیا۔ وہ بولا

ہونہ۔ وہ سر جھٹک کر بولی اور کمرے سے جانے لگی تو مامون نے اپنا بازو آگے کر کے اس کا راستہ روک لیا۔ رانیہ نے اسے خونخوار نظروں سے دیکھا۔  
کبھی پیار سے بھی دیکھ لیا کرو۔

تمہیں بخار ہے۔ رانیہ نے بے اختیاری میں پوچھا تھا، اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

ہاں

کب سے

جب سے تمہیں دیکھا ہے۔

اچھا! تو یہ دوا ڈاکٹر سے کیوں لینے گئے تھے؟ وہ طنزیہ لہجے میں پوچھنے لگی۔

تم نے اپنے بیمار کو مسیحائی سے جو محروم کر رکھا تھا پھر مرتا کیا نہ کرتا۔ مامون سے منحور لہجے میں جواب دیا۔

بکواس۔ وہ جھلائی۔ میں نے غلطی کی جو یہاں صفائی کرنے چلی آئی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ اس وقت شیطان بھی نازل ہو سکتا ہے۔ وہ غصے سے بولی۔

میں شیطان نہیں ہوں، رانیہ بلکہ تمہارا قدردان ہوں۔ وہ ٹپ کر بولا تو اس نے تلخی سے کہا۔  
آتے ہی تپھڑ مارا ایسے ہوتے ہیں ناں قدردان۔

آئی ایم سوری! تمہارے سامنے کھڑا ہوں چاہو تو بدلہ لے سکتی ہو۔ کیونکہ میں تب سے بے چین تھا، اب تک اس تپھڑکا بہت افسوس تھا مجھے چاہو تو یہ ہاتھ قلم کر دو جو تم پو غصے میں، انجانے میں اٹھ گیا۔ اس نے ایک نظر اس کی پھیلے ہاتھ پر ڈالی اور خاموشی سے سائیڈ سے نکل کر چلی گئی مامون مسرور سا ہو کر مسکرانے لگا۔

\*\*\*\*\*

اماں مامون کو بخار ہے۔ دوالائے ہیں وہ ڈاکٹر سے چیک اپ کرا کے۔ نیچے آکر اس نے رضیہ بیگم کو بتایا۔

ہائے جھبی تو میں کہوں کہ بچہ نیچے کیوں نہیں آیا، وہ تو فجر کے وقت اٹھ جاتا ہے۔ بخار تھا اور ہمیں بتایا تک نہیں۔ اوپر ٹھنڈ بھی تو بہت ہے نہ کوئی ہیٹر ہے کہ سردی کا اثر کچھ کم ہو سکے وہ تو کراچی کا باسی ہے، کراچی والوں سے اتنی سردی کہاں برداشت ہوتی ہے۔ میں دیکھتی ہوں جا کے ایک تو یہ جوڑوں کے درد نے الگ سیڑھیاں چڑھنے اترنے میں مشکل پیدا کر دی ہے۔ رضیہ بیگم نے فکر مندی سے کہا اور اوپر جانے لگیں۔

\*\*\*\*\*

\*\*\*\*\*

شام تک مامون کا بخار مزید بڑھ گیا تھا۔ اتنی سردی میں اسے گرمی لگ رہی تھی کبھی کبھل اوڑھ لیتا کبھی اتار پھینکتا، سب گھبرا گئے تھے اس کی حالت دیکھ کر۔

امجد علی نے گیلکپڑا اس کے ہاتھوں اور پھرے پر پھیرا کہ گرمی کم ہو، اور رضیہ بیگم سے ایسا ہی کرنے کی تاکید کی۔

میں ڈاکٹر کو بلاتا ہوں۔ امجد علی نے نیچے آکر رضیہ بیگم سے کہا اور ڈاکٹر کو لینے چلے گئے۔

رانیہ جابھائی کے پاس اور جیسے تیرے ابا نے کہا ہے، ویسے کر مجھ سے بار بار سیڑھیاں نہیں چڑھی جاتیں۔ رضیہ بیگم نے اسے کہا تو چونکہ مامون کی حالت کی وجہ سے پریشان تھی اس لیے انکار نہ کر سکی اور فوراً اوپر اس کے کمرے میں چلی آئی اور وہ تھکے پر سردائیں بانیں بے چینی سے ہلارہا تھا۔

وہ خاموشی سے رومال اٹھا کر اس کے چہرے پر پھیرنے لگی۔ مامون مسکرایا اور اس کے ہاتھ تھام لئے، وہ سپٹا گئی دروازے کی سمت دیکھا کہ کہیں اماں ابا نہ آرہے ہوں۔ مامون نے آنکھیں موند لیں اور اس کے ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیرنے لگا۔

رانیہ رضیہ۔ مامون مدہوشی کے عالم میں اسے پکار رہا تھا۔

چپ کرو اماں ابا نے سن لیا تو، شرم نہیں آتی تمہیں، بیماری میں بھی چین نہیں ہے، میں باز آئی تمہاری مسیحا سے۔ رانیہ غصے سے اسے دیکھتے ہوئی بولی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

ڈاکٹر نے مامون کا چیک اپ کیا، اسے ۱۰۲ بخار تھا۔ امجد علی نے اسے دلیہ کھلانے کے بعد دوا کھلائی۔ پھر وہ سو گیا تو سب نیچے آ گئے۔ مگر مامون کی فکر بھی تھی کہ اگر وہ رات کو جاگ گیا تو اس کی دوا کا خیال کون رکھے گا اسی خیال سے امجد علی اس کی کمرے میں جا کر سو گئے۔

صبح تک اس کا بخار اتر چکا تھا مگر کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔ ناشتے کے بعد اس نے دوا کھائی اور کمرے سے باہر صحن میں رکھی کرسی پر آ بیٹھا جہاں دھوپ کی سنہری کرنیں نرم گرم شعائیں چار سو پھیلا

رہیں تھیں۔ وہ رانیہ کے بارے میں سوچ رہا تھا جو پہلی نظر میں اسے ہی اس کے دل کو بھاگتی تھی۔ اس کی روح میں سما گئی تھی۔ اس کی آنکھوں کو اپنے سندر سپنوں سے سجا گئی تھی۔ اس کی بیماری نے اسے بھی پریشان کر دیا تھا۔

رخسانہ مجید اپنی بیٹی شبانہ کے ساتھ امجد ہاؤس آئیں تھیں۔

بھابھی! خیریت ہے نا آج اتنے مہینوں بعد ہمارے گھر کا رستہ کیسے بھول گئیں، آپ اور وہ بھی اتنی صبح صبح۔ بیگم رضیہ نے انہیں بٹھانے کے بعد مسکراتے ہوئے پوچھا تو رخسانہ مجید کہنے لگیں۔

بھئی ہم نے سنا ہے کہ سلٹی کا بیٹا تمہارے ہاں آیا ہوا ہے اور تم لوگوں نے ہمیں بھنک تک نہیں پڑنے دی کہاں ہے وہ؟

اوپر ہے زرا طبیعت ٹھیک نہیں اسی لئے آج آفس بھی نہیں گیا۔

رضیہ بیگم نے مسکرا کر بتای تو رخسانہ مجید تیز لہجے میں بولیں۔

طبیعت کیوں خراب ہو گئی اس کی کیا کھلا پلا دیا بچے کو وہ یہاں آتے ہی بیمار پڑ گیا۔

انہیں سردی لگی ہے۔ رانیہ نے اپنا غصہ ضبط کر کے کہا۔

سردی تو لگے گی ہی اوپر چھت پر پہنچا دیا اسے نیچے بندوبست کر دیتے ورنہ ہمارے ہاں بھیج دیتے، آخر ہمارا گھر بھی تو اس کے ماموں کا گھر ہے اس کا حق ہے ماموں پر اور ہمارا حق ہے اس پر۔ نام کیا ہے اس کا ماموں ہے نا! رخسانہ مجید تیزی سے بولتی چلی گئیں۔

دراصل وہ اپنی بیٹی کے لیے مامون کو رام کرنے کے ارادے سے یہاں آئی تھیں، مامون کو اپنا داماد بنانا چاہتی تھیں۔ رضیٰ اور رانیہ ان کی آمد کا سبب خوب سمجھتی تھیں۔

آئے تو بلاؤنا سے کیا ہم سے بھی پردہ کرے گا وہ؟

رانیہ جاؤ بھائی کو بلا لاؤ، کہنا رخسانہ ممانی آئیں اور ساتھ شبانہ بھی ہے وہ بہت خوش ہوگا ان سے مل کے۔ رضیہ بیگم نے رانیہ کو دیکھتے ہوئے کہا تو رخسانہ مجید فوراً بول پڑیں۔

ہم اس سے اوپر جا کر ہی مل لیتی ہیں۔

ممانی وہ سو رہے تھے، ویسے بھی وہ مہمانوں سے اپنے کمرے میں نہیں ملتے۔ میں جا کر دیکھتی ہوں اگر جاگ رہے ہوں گے تو انہیں آپ کی آمد کی اطلاع کر دوں گی۔ رانیہ نے ج سنجیدگی سے کہا اور ان کا بگڑتا ہوا من دیکھ کر دل ہی دل میں مسکراتی ہوئی اوپر مامون کے کمرے میں چلی آئی تو اسے موجود نہ پا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

مامون کہاں چلے گئے؟ وہ باواز بولی تھی اور جواب بھی فوراً ملا تھا۔

مامون کہاں جا سکتا ہے اب تم نے اس کے جانے کے تمام رستے بند کر دیے ہیں۔ مومون نے اسے اپنے کمرے میں جاتا دیکھ لیا تھا جبکہ رانیہ اپنی دھن میں چلتی صحن میں دھوپ والی جگہ پر نگاہ دوڑائے بغیر ہی سیدھی کمرے میں چلی آئی تھی۔

نیچے مجید مامون کی بیگم اور بیٹی آئی ہیں آپ سے ملنے یہی بتانے آئی تھی۔ اماں نے بلانے کے لیے کہا ہے۔ رانیہ اس کی بات دانستی نظر انداز کرتے ہوئے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔

ٹھیک ہے تم چلو میں آتا ہوں۔ مامون نے جواب دیا تو وہ سر ہلا کر واپس جانے لگی۔ مامون دروازے کی چوکھٹ لڑکھڑاتا تھا۔

رانیہ کے قریب آنے پر ایک طرف ہو گیا مگر جو نہی رانیہ گزرنے لگی اس نے اس کے آگے پیچھے اپنے ہاتھ چوکھٹ پر رکھ کر اس کا رستہ مسدود کر دیا اور پھر اس کی بے باک اور شرارت بھری جسارت پر رانیہ کے رخسار دھک اٹھے۔ یہ کیا بد تمیزی ہے؟ وہ کسمسا کر غصے سے بولی۔

یہ اس تپتھڑ کا کفارہ ہے اور اس مسیحائی کا شکریہ ہے جو تم نے دن بھر کی تھی، آئی لو یو رانیہ، آئی ریلی لو یو، تم میری زندگی ہو، روح ہو راحت ہو، اب کوئی دوسرا تمہیں مجھ سے نہیں چھین سکتا، تم صرف میری ہو، صرف میری۔ مامون نے اس کی حیا کی لالی اور غصے کی حدت سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھتے ہوئے محبت پاش لہجے میں کہا اور اس پہلے خود ہی نیچے چلا گیا اور رانیہ وہیں حیران و پریشان اور غصے سے بھری کھڑی رہ گئی۔

Typingby: - AshKhann

مامون بیٹا! کچھ دن اپنے ماموں کے گھر بھی آ کر رہ لو ہم تمہارے کچھ نہیں لگتے؟ رخسانہ مجید نے اسے دیکھتے ہوئے لگاوٹ سے کہا۔

آئی ایسی بات نہیں ہے دراصل میں یہاں کام کے سلسلے میں آیا ہوں۔ صبح گھر سے نکلتا ہوں تو شام کو لوٹتا ہوں، ان شاء اللہ کسی روز آؤں گا آپ کی طرف بھی۔ مومون نے نرمی سے جواب دیا۔

یعنی آپ ہمارے گھر رہنے کے لیے نہیں آئیں گے۔ شبانہ نے بڑی ادا سے کہا۔

فل میک اپ اسٹائلس لباس میں وہ اسے مرعوب و مائل کرنے کے ارادے سے آئی تھی۔ رخسانہ مجید بھی یہی چاہتی تھیں کہ ان کی تینوں بیٹیوں میں سے کسی ایک کو تو مامون پسند کر ہی لے تو مزے آجائیں گے وہ بھی اونچے گھر کا داماد ملنے پر اترا یا کریں گی۔

میں آپ لوگوں کو زحمت نہیں دینا چاہتا یہاں آرام ہے تنہائی ہے، خاموشی ہے میں سکون سے اپنا کام کر سکتا ہوں۔ آپ کو ناحق میری وجہ سے بہت سی باتوں کا خیال رکھنا پڑے گا۔ جو میں نہیں چاہتا۔ مامون نے مہذب لہجے میں طریقے سے جواب دیا اور کھڑا ہو گیا۔ ارے بیٹھو نا بیٹا کہاں چل دئیے؟ رخسانہ مجید نے فوراً کہا۔

آنٹی پلیر: آپ مائنڈ مت کیجئے کامیری طبیعت خراب ہو رہی ہے میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہوں، ان شاء اللہ سنڈے کو آپ کی طرف ضرور آؤں گا۔ مامون نے نرمی اور مہذب لہجے میں جواب دیا۔ ضرور آنا ہم انتظار کریں گے۔ رخسانہ مجید نے تائید کی۔ جی ضرور۔ اچھا خدا حافظ! وہ یہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔

پھر رخسانہ مجید اور شبانہ بھی مزید نہیں رکیں اپنے آنے کا مقصد پورا ہوتے ہی واپس چلی گئیں۔ مجھے لگتا ہے اس کلموہی، رانیہ نے مامون کو قابو میں کر لیا ہے جھبی وہ تمہاری طرف دیکھنے سے بھی کترا ہا تھا۔ حالانکہ تم رانیہ سے حسین ہو گوری چٹی ہو اس کا تو رنگ ہی کالا ہے، گھر آتے ہی رخسانہ مجید نے اپنی بھڑاس نکالتے ہوئے شبانہ سے کہا۔

توبہ کریں امی، رانیہ کارنگ کھلتا ہوا گندمی سا ہے، اتنی اٹریکشن ہے اس کے چہرے میں کہ سچا اگر میں لڑکا ہوتی تو رانیہ کو اپنی دلہن بناتی۔ سب سے چھوٹی رانیہ کی ہم عمر رومانہ نے مسکرا کہا تو ڈپٹ کر بولیں۔

چپ کر بے شرم، میں اپنے گھر میں کسی غریب سی لڑکی کو دلہن بنا کر نہیں لانے والی ہاں، اور تو تو ہمیشہ رانیہ کی حمایت میں بولا کر۔ اپنی فکر کرو تم تینوں، مامون سنڈے کو آنے کا کہہ رہا تھا، زرا ڈھنگ سے تیار ہونا، کسی ایک کو تو وہ پسند کر ہی لے گا۔

رانیہ نے کوئی بناؤ سنگھار نہیں کر رکھا تھا، عام سے کپڑے پہن رکھے تھے، بھلا مامون جیسا امیر گھر کا لڑکا ایسی لڑکی کو کیوں پسند کرے گا اور پھوپھی بھی تو رانیہ سے کہہ رہیں تھیں کہ بھائی کو بلا لاؤ، وہ بھی بھائی ہی کہتی ہے اور سمجھتی ہوگی مامون کو، شبانہ نے کہا۔

جو بھی سمجھتی ہے سمجھا کرے مامون یہاں سے ہو کر چلا جائے پھر میں اس کی ماں کو فون کروں گی اور طریقے سے بات اس کے کان میں ڈال دوں گی۔ رخسانہ مجید نے بیزاری سے کہا تو وہ تینوں مسکرا کر لگیں۔

www.urdu novels mania.com

سنڈے کو مامون مجید غفار اور رخسانہ مجید کے گھر پہنچا تو اس کا گر محوشی سے استقبال کیا گیا تھا۔ رخسانہ مجید تو اس پر صدقے واری جارہی تھیں اور وہ حیران حیران سا انہیں دیکھا اور سن رہا تھا۔ مجید مامون بہت کم ہی بولتے تھے۔ ان کی کمی بھی رخسانہ بیگم ہی پوری کر رہی تھیں۔ شبانہ، شاہانہ اور رومانہ بہت اہتمام سے تیار ہوئی تھیں۔ جیسے کسی منکشن شو میں شرکت کے لیے جا رہی ہوں، ان کے دونوں بھائی حمید اور نوید بھی مامون کو کمپنی دے رہے تھے۔ مامون کو اپنی اس قدر پذیرائی کی وجہ بھی

جلد ہی معلوم ہو گئی کیونکہ رخسانہ مجید اپنی پیٹیوں کے سلیقے کی ان کی خوبیوں کی کہانی بار بار سنار ہیں تھیں۔ اور کھانے کی میز پر انواع و اقسام کے کھانے دیکھ کر مامون حیران رہ گیا مامون بیٹا یہ کباب لو نا، یہ شہانہ نے خاص ترکیب سے تمہارے لیے بنائے ہیں۔ رخسانہ مجید نے کبابوں کی پلیٹ ان کی جانب بڑھا کر کہا تو شہانہ نے بڑی ادا سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

شکریہ آنٹی! مامون نے ایک کباب اٹھالیا۔

یہ چکن قورمہ

میری شاہانہ نے بنایا لو کھا کر دیکھو بہت ذائقہ ہے میری شاہانہ کے ہاتھ میں۔ دوسری ڈش اس کی جانب بڑھا کر اب کی بار شاہانہ کو سہرا گیا، حالانکہ ماسوائے بریانی اور روٹی سلاد وغیرہ کے تمام لوازمات ہوٹل سے پکے پکائے منگوائے تھے۔

بس آنٹی بہت کھالیا، آپ نے ناحق اتنا تکلف کیا، میں تو ابھی تازہ تازہ بیماری سے اٹھا ہوں اور پر ہیزی کھانا کھا رہا ہوں، اتنی مرغن اور مصالکے دار چیزیں کھا کر تو میں پھر سے بیمار پڑ جاؤں گا۔ مامون نے ان کی نیت کو بھانپتے ہوئے ایک دم سے بیزار ہوتے ہوئے بمشکل نرم اور مہذب لہ۔ جے میں کہا۔

لو بھلا کھانے سے بھی کوئی بیمار پڑتا ہے، صبح سے شام تک کام کرتے ہو اور کھاؤ گے نہیں تو طاقت کیسے آئے گی۔ اچھا لویہ فرنی کھاؤ اس سے تمہاری صحت پر برا اثر نہیں پڑے گا۔

یہ رومانہ نے بڑے شوق سے بنائی ہے تنہا رہے لیے۔ رخسانہ مجید نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا اور فرنی کا ڈھونگہ اس کے سامنے رکھ دیا۔ مجبوراً دو چھچھ فرنی کچھ ہی لی۔ آنٹی تمام چیزیں تمام ڈشز بہت مزیدار تھیں۔

تو بیٹا لوناتم نے تو کچھ کھایا ہی نہیں۔ وہ خوش ہو کر بولیں۔  
شکریہ آنٹی میرا آپ سے وعدہ تھا اس لیے چلا آیا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ اتنا اہتمام کر لیں گی تو میں آپ کو پہلے ہی منگ کر دیتا بہر حال بہت بہت شکریہ۔ مامون نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
آپ کو سب سے زیادہ کون سی ڈش پسند آئی ہے۔ شبانہ نے پوچھا۔

بھی تمام ڈشز ہی بہت مزیدار تھیں کسی ایک کی تعریف کر کے باقی دو بہنوں کی دل آزاری نہیں کر سکتا۔ میری تینوں بہنوں نے ہی بہت مزیدار پکوان تیار کیے شاباش۔ مامون نے دانستہ بہنوں کا لفظ استعمال کر کرتے ہوئے کہا تو جہاں رومانہ کی ہنسی بے ساختہ نکلی تھی، وہاں رخسانہ مجید، شبانہ اور شاہانہ کے چہروں پر اترنے والی بیزاری اور شرمساری بھی بر محل تھی۔ مامون نے ان سب کی صورتوں کو بغور دیکھا تھا اور حظ آٹھایا تھا بلکہ واپسی پر بطور خاص تینوں، بہنوں کی سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے دعا دی تھی اور رخسانہ مجید کی امیدوں پر پانی پھیر دیا تھا۔

بیٹھے بھٹھائے دو ہزار کی چوٹ لگ گئی اور مامون میاں دو تین سو روپے کا کیک لا کر دو چار نوالے کھا کے جاتے ہوئے لڑکیوں کو بہنیں کہہ کر ان کے سر پر دست شفقت دھر گئے۔ خیر میں بھی ہار ماننے والی نہیں، رانیہ کا جادو نہیں چلنے دوں گی اس پر۔ رخسانہ مجید غصے سے بولتے ہوئے کہا بوں پر ہاتھ صاف کرنے لگیں۔

مامون خاصہ بیزار ہوا تھا مجید ماموں کے گھر جا کر امجد ہاؤس واپسی پر اس کی ساری بیزاری دور ہو گئی چونکہ اسے وہاں اپنی اولین محبت و چاہت، رانیہ کی معصوم اور دلکش صورت زندگی کا احساس دلانے کے لیے موجود تھی۔ عصر کا وقت ہو رہا تھا، جس وقت وہ گھر میں داخل ہوا۔ رانیہ صحن میں رکھے گملوں کو پانی دے رہی تھی۔

ایک کپ چائے مل سکتی ہے، مامون نے اپنے دونوں ہاتھ کوٹ کی جیبوں میں ڈالتے ہوئے اس کے پاس آہستگی سے کہا۔

دعوت پر گئے تھے انہوں نے چائے نہیں پلائی کیا؟ وہ شاو ر بند کر کے رکھتے ہوئے بولی۔

انہوں نے تو میز پر انواع و اقسام کے کھانے چن رکھے تھے مگر سچ پوچھو تو میں ڈھنگ سے کھانا کھا بھی نہیں سکا کچھ عجیب نہیں ہیں یہ رخسانہ آنٹی؟۔ مامون نے سنجیدگی سے بتایا۔

پتا نہیں۔ رانیہ نے یہ کہتے ہوئے کچن کی چوکھٹ پر ہاتھ تھا عین اسی وقت اس نے رانیہ کا ہاتھ تھام لیا۔ یہ کیا حرکت ہے؟ رانیہ ایک دم سے جیسے ہوش میں آ گئی۔

یہ محبت ہے جس کی مسحائی کالمس ہر تکلیف مٹا دیتا ہے۔ وہ محبت سے بولا۔

چھوڑا میرا ہاتھ بدتمیز آدمی

یہ ہوتھ تو میں نے اب زندگی بھر تھامے رکھنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

ایک طرفہ فیصلہ۔ وہ سلگ کر بولی۔

ان شاء اللہ یہ دو طرفہ فیصلہ ہوگا رانی جان۔ میری ٹریننگ مکمل ہوتے ہی جاب ہو جائے گی، زبردست سیلری دو گھر اور گاڑی بھی ملے گی۔ یہ جاب نہ بھی رہے گی تو بھی میرے نام فیکٹری ہے گاڑی ہے میں تمہیں بہت آرام اور راحت سے رکھوں گا۔ وہ نرم اور دھیمے لہجے میں بولتا اسے نروس کر رہا تھا۔

مجھے اپنی دولت سے مرعوب کرنے کی کوشش مت کرو۔  
تو اپنی محبت سے مرعوب کرنے کی کوشش کروں۔ شرارت سے کہتے ہوئے بولا۔  
پیچھے ہوٹ۔

میں پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں ہوں۔  
ہونہ، بہت دیکھے ہیں تم جیسے دعوے دار۔ رانیہ نے مذاق اڑایا۔  
میری بات سچی ہے ایک دن تم جان لو گی، تم پرثا بٹ ہو جائے گا کہ میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں۔  
لیکن میں تم سے محبت نہیں کرتی، میں صرف اس شخص سے محبت کروں جس سے شادی ہوگی اور وہ تم نہیں ہو گے۔ اس نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ پھڑپھڑایا۔

وہ شخص میرے سوا کوئی اور بھی ہرگز نہیں ہوگا، میں تمہیں کسی اور کا ہونے نہیں دوں گا۔  
تمہاری نفرت کو میں محبت میں بدل کر رہوں گا۔ وہ اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے یقین اور اٹل لہجے میں بولا۔

ایسا اظہار نکاح کے بعد ہی اچھا لگتا ہے مامون ضیاء۔ وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔  
تو تم نکاح کے لیے تیار ہو۔ وہ شریر ہوا

شٹ اپ۔ وہ جھلا کر بولی اور وہاں سے چلی گئی۔

رات کو مامون نے اپنے موبائل فون سے گھر فون کیا اور اپنی ممی کو رانیہ کے لیے اپنی پسندیدگی کا احوال سنایا، انہیں کوئی اعتراض نہ تھا۔ سوائے اس کے کہ وہ مڈل کلاس سے تعلق رکھتی تھی۔ ممی آپ کا تعلق بھی تو مڈل کلاس سے تھا نا ڈیڈی سے شادی کے بعد آپ کا اسٹیٹس ہائی ہوا ہے۔ رانیہ کے معاملے میں آپ ایسا کیوں سوچ رہی ہیں۔ وہ بہت شاندار اور باوقار لڑکی ہے۔ خالہ جان اور انکل بھی بہت ناہنس ہیں کوئی بناوٹ دکھاؤ اور غرض شامل نہیں ہے ان کے خلوص میں، بس میں نے کہہ دیا ہے کہ میری شریک حیات صرف رانیہ ہی بنے گی اور کوئی نہیں۔ آپ کو خالہ اور انکل سے میری رشتے کی بات کرنا ہوگی۔ مامون سے سنجیدگی سے کہا تو وہ ہار مانتے ہوئے بولیں۔

اچھا بابا کر لیں گے تمہارے رشتے کی بات۔ لیکن دس بارہ روز تک ہم بالکل فارغ نہیں ہیں۔ یہاں کئی شادیاں اٹینڈ کرنی ہیں، اس کے بعد ان شاء اللہ شادی کی تیاری شروع کر دیں گے۔ او تھینک یو ممی آئی لو یو ممی۔ وہ خوش ہو کر بولا تو وہ ہنس پڑیں۔

آئی لو یو ٹوم مائی سن او کے اللہ حافظ۔ دوسری طرف سے فون بند ہو گیا تو مامون خوشی خوشی سونے کے لیے لیٹ گیا۔

※ ※

رانیہ کو بہت اچھا رشتہ آیا تھا، لڑکا بینک منیجر تھا۔ دو بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا، بہنیں شادی شدہ تھیں۔ باپ کا انتقال ہو چکا تھا۔ ماں حیات تھی۔ انہیں امجد علی کے دوست نے امجد علی کے گھر کا راستہ دکھایا

تھا۔ امجد علی لڑکے سے مل چکے تھے، انہیں لڑکا بہت پسن آیا تھا۔ اسی وجہ سے انہوں نے لڑکے والوں کو گھر آنے کی اجازت دے دی تھی۔ رضیہ بیگم نے چائے کے ساتھ بہت سی چیزیں تیار کر لی تھیں۔ کباب اور چکن رولز تو رانیہ نے بنا لیے تھے۔ مٹھائی کیک اور سمو سے امجد علی بازار سے خرید لائے تھے۔ رانیہ نے رضیہ بیگم کی ہدایت پر نہا کر نیا جوڑا پہنا تھا۔ میرون شلوار قمیض پر چھری کا دوپٹہ بالوں کی لمبی سی چٹیا بنائے آنکھوں میں کاجل سجائے وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔ شام کو امجد علی جلدی گھر آ گئے تھے۔ چار بجے ان لوگوں کو آنے کا کہا تھا اور ساڑھے چار بجے کے قریب وہ لوگ امجد ہاؤس کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے۔ لڑکے انور صغیر کی والدہ دونوں بہنیں اور انور صغیر کے بڑے بہنوئی ریاض پر مشتمل یہ قافلہ ڈرائنگ روم میں بیٹھا چائے سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ رانیہ خوشگوار احساسات، تیز تیز دھڑکتے دل اور شرم حیا سے جھکی نظروں میں رضیہ بیگم کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آئی تو سبھی نے اسے دیکھ کر ماشاء اللہ کہا۔ رانیہ کو لڑکے کی ماں نے اپنے پاس بٹھالیا۔ ابھی ہم منگنی کی تاریخ لے کر ہی جائیں گے۔ لڑکے کی ماں نے مسکرا کر کہا۔ جیسے آپ کی خوشی بہن جی۔ امجد علی نے خوش ہو کر کہا۔

رانیہ کا بھائی کہاں ہے۔ لڑکے کی ماں نے پوچھا تو وہ تینوں سٹپٹا گئے۔

ہماری رانیہ تو چاند کا ٹکڑا ہے۔ انور صغیر کی بڑی بہن نے رانیہ کی ٹھوٹی پکڑ کر چہرہ اوپر کر کے دیکھتے ہوئی کہا تو رانیہ نے بے اختیار ہی پلکیں اٹھا کر سامنے دیکھا تھا جہاں مامون کھڑا تھا اور اس کی حالت ایسی تھی جیسے ابھی گر جائے گا۔ دروازے کی چوکھٹ کو مضبوطی سے تھامے ہوئے اس کی انگلیاں

سفید ہو رہی تھیں اسے اپنی آنکھوں اور سماعتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ رانیہ نے اس کی حالت دیکھ کر شرمنگی اور گھبراہٹ سے نظریں جھکا لیں۔

مون! آؤ بیٹا اندر آ جاؤ، اچھے وقت پر آئے اپنی رانیہ کو دیکھنے کچھ لوگ آئے ہوئے ہیں۔ امجد علی کی نظر مامون پر پڑی تو فوراً بولے۔

اسلام علیکم! مامون نے اندر آتے ہوئے ان سب پر نگاہ ڈال کر مرے مرے لہجے میں سلام کیا، سب سے اسے بغور دیکھا۔

وعلیکم اسلام! سب نے ایک ساتھ جواب دیا۔

یہ ہیں رانیہ کے بھائی؟ لوڑکے کی بڑی بہن نے پوچھا  
جی ہاں، رانیہ کا خالہ زاد بھائی ہے۔ میرا بیٹا تادبی میں ہوتا ہے۔ رضیہ بیگم نے بتایا اور اسجد کے زکر پر ان کا دل بہت دکھاتا تھا۔

آئی ہم تو چٹ منگنی پٹ بیاہ کریں گے بس آپ ہاں کر دیں۔ لڑکے کے دوسری بہن نے مسکراتے ہوئے کہا تو رضیہ بیگم مسکراتے ہوئے بولیں۔

بیٹی جو اللہ منظور ہماری طرف سے ہاں ہی سمجھو۔

مبارک ہو۔ وہ سب خوشی سے بولیں اور مامون کے دل کا خون کر گئیں اور وہ اپنے آپ کو سنبھالتا کھڑا ہو گیا۔

خالہ جان! میں ایک ضروری فائل لینے آیا تھا۔ مجھے دوبارہ آفس جانا ہے اس لیے میں آپ سب سے اجازت چاہوں گا۔

ٹھیک ہے بیٹا خیر سے جاؤ۔ رضیہ بیگم نے محبت سے کہا، وہ سب کو خدا حافظ کہہ کر سیدھا اوپر کمرے میں آگیا تھا۔

آپ کا یہ بھانجا کیا یہیں رہتا ہے آپ کے ساتھ؟ لڑکے کی ماں نے سنجیدگی سے پوچھا۔  
جی نہیں! مامون تو کراچی رہتا ہے وہیں بزنس، گھر اور فیملی ہے یہاں آفس کے کام کو دو چار دن کے لیے آیا ہوا ہے۔ رضیہ بیگم ان کی بات کی تہہ تک پہنچ گئیں تھیں سمجھداری سے بولیں۔  
اچھا! وہ مطمئن ہو کر سر ہلانے لگیں۔

پھر منگنی کی تاریخ طے کر لیں میری بیٹیاں کے سسرال والے اور شہر میں جتنے بھی رشتہ دار موجود ہیں سبھی مدعو ہونگے چالیس کے قریب تو ہو ہی جائیں گے۔  
ٹھیک ہے اتنے ہی مہمان ہماری طرف سے بھی ہونگے تو پھر اگلے جمعے کی شام چھ بجے کا وقت رکھ لیتے ہیں۔ امجد علی نے کہا۔

یہ بہت مناسب رہے گا۔ بھائی صاحب مبارک ہو۔ لڑکے کی ماں نے خوشی سے مسکراتے ہوئے کہا تو رانیہ شرما کروہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔

یہ خوشی کا موقع تھا اور وہ نجانے کیوں افسردہ ہو رہی تھی۔ اس کی نظروں میں مامون کی صورت گھوم رہی تھی۔ کیسے اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا تھا۔ آنکھوں میں کس قدر یاسیت اور دکھ در آیا تھا۔ وہ بے چین سی ہو کر کمرے میں ٹہلنے لگی۔

رانیہ تمہیں مامون سے نفرت ہے نا تو پھر کیوں اس کے لیے پریشان ہو رہی ہو؟ رانیہ کے دل نے سوال کیا۔

میں کسی کو دکھی نہیں دیکھ سکتی اپنی وجہ سے کسی کو آزرہ نہیں کر سکتی اس کے انداز مجھے برے لگتے تھے وہ بہت بے باک ہے اپنی محبت کے اظہار میں مگر پتا نہیں وہ محبت بھی تھی کہ محض مجھے آزار ہا تھا۔ یہ امیر زادے دل لگی تو کر سکتے ہیں محبت ان کے بس کا روگ نہیں ہے لیکن مامون کا میری منگنی کی خبر سن کر شاک میں رہ جانا یہ سب کیا ہے؟

اس کے دماغ نے جواب دیا اور پھر خود ہی سوال بھی کر ڈالا وہ الجھ کر رہ گئی تھی۔

مہمانوں کے جانے کے بعد رضیہ بیگم رانیہ کے کمرے میں آئیں تو بہت خوش نظر آ رہی تھیں، اسے دیکھ کے کہنے لگیں۔

بیٹا مامون بھی چائے کے ساتھ کچھ کھانے کو دے آؤ وہ اوپر ہی ہے اپنے کمرے میں۔

اماں میں ابھی شادی نہیں کروں گی، مجھے ابھی بہت آگے پڑھنا ہے، ایم ایس سی کرنا ہے کالج میں لیکچرار بننا ہے اتنی جلدی شادی کر کے میں کچھ نہیں کر سکوں گی۔ اور ان کے ہاتھ تھام کر بے چینی اور بے قراری سے بولی۔

بیٹا انہیں کون سا تم سانو کمری کروانی ہے۔ ان شاء اللہ لڑکا اچھا کماتا ہے لڑکا میاں بیوی اور ساس ہی تو ہوگی، مزے سے رہو گی اتنا اچھا رشتہ پھر نہیں ملے گا۔ اور ضرورت ہی کیا ہے مزید پڑھنے کی بی ایس

سی کر لیا ہے بہت ہے اب گھر داری سنبھالنے کی فکر کرو۔ رضیہ بیگم نے نرمی سے سمجھایا مگر دل نہیں سمجھ رہا تھا۔ دل بے کل اور بوجھل ہو رہا تھا۔

اماں مجھے ڈر لگ رہا ہے پتا نہیں کیا ہونے والا ہے؟ وہ پریشانی سے بولی، دماغ میں مامون کی صورت اور باتیں گھوم رہی تھیں۔

خواہ مخواہ کے وسوے دل میں لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارے ابا نے سب پتا کروا لیا ہے لڑکا بہت نیک اور شریف ہے اچھا خاندان ہے اور کیا تم نہیں چاہتیں کہ ہم جلد از جلد تمہارے فرض سے سبکدوش ہو جائیں اور سکون سے مر سکیں۔ رضیہ بیگم نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو وہ ٹپ کر بولی۔ اللہ نہ کرے اماں آپ کو اور ابا کو کچھ نہ ہو ایسی باتیں نہ کریں اماں۔

ارے پگلی میں تندرست انسان کی زندگی کا بھی بھروسہ نہیں ہے اور ہم تو پھر بیمار ہیں۔

کیا خبر کس گھڑی بلا وہ آجائے۔ تیرے بھائی کی جدائی نے تو ہمیں ادھ موا کر کے رکھ دیا ہے۔ تجھے محفوظ ہاتھوں میں سو نپ دی گے تو تیری فکر تو ختم ہوگی اب ہمارے دل کمزور ہو گئے ہیں کوئی صدمہ برداشت کرنے کے قابل نہیں رہے۔ یہ خوشی ہی شاید دل کو سکون دے دے۔ بس تو فکر نہ کر اللہ نے تیرا نصیب اچھا ہی لکھا ہوگا۔ میری رانیہ ان شاء اللہ رانی بن کر راج کرے گی۔ اپنے گھر پر بھی اور شوہر کے دل پر بھی۔ رضیہ بیگم نے اسے گلے لگا کر بھیگتی آواز میں کہا تو وہ افسردگی سے مسکرا دی۔

Don't copy or paste this novel to the others group or pages

رانیہ چائے کے ساتھ چکن رولز پکباب اور مٹھائی ٹرے میں رکھ کر مامون کے کمرے میں چلی آئی۔ وہ اس کا اپنی منگنی کے حوالے سے رد عمل دیکھنا چاہتی تھی اس لیے چلی آئی۔ مامون بیڈ پر نیم دراز بازو آنکھوں پر رکھے ہوئے تھا۔ رانیہ نے ایک نظر اسے دیکھا پھر ٹرے میز پر رکھی تو آہٹ سن کر مامون نے آنکھوں سے بازو ہٹا کر دیکھا اور جانے کیا تھا اس کی آنکھوں میں کہ رانیہ جیسی مضبوط اعصاب کی لڑکی کا دل ڈوب گیا۔ وہ نظریں چرا کر جانے لگی تو مامون نے تڑپ کر پکارا۔

رانیہ۔۔۔۔۔

اور رانیہ کے قدم خود بخود سالت ہو گئے۔ اس نے گردن گھما کر اس کی سمت دیکھا۔ وہ بستر سے اٹھ کر اس کے پاس چلا آیا بغور اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے مدھم اور تھکے تھکے شکستہ لہجے میں پوچھا۔

کیوں کیا تم نے ایسا؟ کیوں اعتبار نہ کیا میرے پیار کا؟ کیوں کسی اور کے نام کی آنکھوٹھی پہننے کے لیے راضی ہو گئی تم، بولو؟

کیونکہ مجھے تم سے محبت نہیں ہے اور نہ ہی میں نے تم سے کوئی عہد وفا باندھا تھا۔ جو میں تمہاری پابند ہو جاتی اور اماں ابا کے سامنے اس رشتے کا انکار کر دیتی۔ رانیہ نے ہمت کر کے سپاٹ لہجے میں کہا۔

تم میری ہو رانیہ میں نے تم سے کہا تھا نا تم صرف میری ہو اور ٹھیک کہا تھا اس خاتون نے کہ تم چاند کا ٹکڑا ہو یعنی میرا ٹکڑا ہو مامون کا ٹکڑا۔ حصہ ہو میرے وجود کا، میں کسی اور کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا رانی، یہ منگنی نہیں ہوے دونگا۔ اگر یہ منگنی ہو گئی تو ختم کر دوں گا تمہارے ہاتھوں پر صرف میرے نام کی مہندی سبجی، سنا تم نے، تم صرف میری دلسن بنو گی۔

کسی اور کے لیے ہاں کرنے سے پہلے سوچ لینا۔ رانیہ علی کہ مامون کا قتل تمہارے سر ہوگا۔ وہ اسے شانوں سے پکڑ کر غور سے دیکھتے ہوئے بے حد سنجیدہ لہجے میں بولا تو وہ اندر سے ڈر گئی۔

پاگل پن کی باتیں مت کرو، میں وہی کروں گی جو میرے ماں باپ چاہیں گے۔ وہ اس کے ہاتھ جھٹک کر غصے سے بولی۔

تمہارے ماں باپ بھی وہی چاہیں گے جو میں چاہتا ہوں، میں نے ممی سے بہت دن پہلے تمہارے متعلق بات کر لی تھی۔ انہیں کوئی اعتراض نہیں ہے اس رشتے پر میں کل شام فلائٹ سے کراچی جا رہا ہوں۔ ممی ڈیڑی کو ساتھ ہی لے کر آؤنگا اور تمہیں اپنے نام کرا کے ہی دم لوں گا۔

میں کوئی فیکٹری یا زمین کا ٹکڑا نہیں جو تم مجھے اپنے نام کروالو گے۔

تم تو چاند کا ٹکڑا ہو۔۔۔ میرے دل کا ٹکڑا ہو۔

سطحی جملے بولنے کے علاوہ بھی کچھ آتا ہے تمہیں ایڈیٹ۔

وہی کچھ بولا رانیہ ڈنیر جس پر بعد میں تمہیں اندامت محسوس نہ ہو۔ مامون سنجیدگی سے کہا تو وہ ہونہ کہہ کر اسے پیچھے دھکیل کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

✧

مامون کراچی پہنچ گیا تھا، پہلی فرصت میں اس نے سلمیٰ بیگم سے اپنی اور رانیہ کی شادی کی بات کی تو سلمیٰ بیگم نے نرم اور سنجیدہ لہجے میں کہا۔

چھوڑو رانیہ کو میں نے تمہارے لیے جو لڑکی پسند کی ہے اسے دیکھو گے تو وہی تمہیں اپنے سپنوں کی رانی اور شہزادی لگے گی۔

ممی! میری زندگی صرف رانیہ ہے میں کسی دوسری لڑکی کو اس نظر سے دیکھنا بھی گناہ سمجھتا ہوں۔  
مامون نے نہایت سنجیدہ اور اٹل لہجے میں ایمانداری سے کہا۔  
اور رانیہ جو گناہ کا کھیل کھیلتی رہی ہے وہ تمہیں نظر نہیں آیا۔  
ممی! آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ وہ سنائے میں آگیا۔

میں نے تمہیں وہاں بھیج کر ہی غلطی کی، مجھے کیا پتہ تھا کہ رانیہ بیگم میرے بیٹے پر ڈورے ڈالے گی۔  
اسے اپنی اداؤں سے اپنی محبت کے جال میں پھنسا لے گی۔ بڑا لمبا اور اونچا ہاتھ مارنے کی کوشش  
ہے اس نے۔

ممی! اسٹاپ اٹ پلیز! وہ غصے سے چلا اٹھا۔ آپ کو اس معصوم اور بابر دار لڑکی کے متعلق ایسی نازیبا  
گفتگو کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ وہ معصوم تو کسی کئی دن میرے سامنے بھی نہیں آتی۔ میں ایک ہی  
گھر میں رہتے ہوئے اس کی صورت دیکھنے کو ترس جاتا ہوں اور نہ ہی اس نے اس ڈیڑھ ماہ کے دوران  
مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوشش کی ہے۔ وہ تو صرف کھانے کے لیے مجھے بلانے آتی تھی، میں  
اسے روک کر بات کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ وہ امیر زادوں سے نفرت کرتی ہے کیونکہ اس کا بھائی  
بھی دولت کمانے دبی گیا تھا اور پھر ان لوگوں کو بھول گیا، اسے تو میرا اپنے گھر میں آنا اور رہنا بھی  
سخت ناپسند ہے، وہ بھلا مجھے کیوں ادائیں دکھائے گی۔ وہ تو اتنی معصوم اور من موہنی ہے کہ دل و  
روح خود بخود اس کی طرف کھینچے چلے جاتے ہیں۔ وہ مجھ سے گریز کرتی ہے۔ مجھے نظر انداز کرتی ہے

میری صورت سے بھی بیزار رہتی ہے می اور اس لئے تو وہ مجھے اور زیادہ اچھی لگتی ہے، کیونکہ اس میں لالچ نہیں ہے خود غرضی اور بناوٹ نہیں ہے۔ میں اسے اپنی محبت سے جیت لوں گا۔ آپ میرے ساتھ اس کے گھر تو چلیں، بات تو کریں خالہ خالو سے۔ وہ سنجیدگی سے رانیہ کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے بول؟

یہی معصومیت تو اس کا ہتھیار ہے خوب اُلو بنایا ہے اس نے تمہیں۔ میں تمہیں ایسی چلتر لڑکی سے کبھی نہیں بیاہوں گی، محلے بھر کے لڑکوں سے تو اس کی دوستی اور دل لگی رہ چکی ہے۔ سلسلی بیگم نے غصے سے کہا۔

جھوٹ ہے یہ بکواس ہے سب، نجانے کس نے آپ کو اس معصوم کے خلاف بھڑکایا ہے۔ پہلے جب میں نے بات کی تھی تب تو آپ راضی ہو گئی تھیں، پھر دس بارہ دن کی بجائے بیس دن ہو گئے آپ نے خاموشی اختیار کر رکھی تھی یا تو آپ پہلے ہی رانیہ کو اپنی بہو نہیں بنانا چاہتی تھیں اور مجھے ٹال رہیں تھیں یا پھر ضرور کسی کی باتوں میں آکر آپ اس باکردار اور بہادر لڑکی کی کردار کشی پر اتر آئی ہیں۔ معاملہ جو بھی ہے میں کسی صورت رانیہ سے دستبردار نہیں ہوں گا، یہ میرا آخری اور اٹل فیصلہ ہے۔ وہ غصے اور جوش سے بولا۔

دیکھا کیسا بھکایا ہے میرے بیٹے کو اس کلموہی نے۔ اب ماں کے سامنے زبان چلا رہا ہے، ماں کو جھوٹا کہہ رہا ہے اور جب اس کی منگنی طے ہو چکی ہے تو ہم کیوں بات کریں جا کر، بھول جاؤ اسے۔ سلسلی بیگم نے غصے سے کہا تو اس نے دلگیر لہجے میں سوال کیا۔

آپ بھول سکتی ہیں مجھے؟

کیسی بات کر رہے ہو تم میرے جگر کا ٹکڑا ہو، میں کیسے بھول سکتی ہوں تمہیں۔ سلٹی بیگم نے بے قرار ہو کر جواب دیا۔

تو رانیہ بھی میرے دل کا ٹکڑا ہے، میری محبت ہے میں کیسے بھول سکتا ہوں اسے۔ مامون نے بہت جذب سے کہا۔

اس جیسی ہزاروں مل جائیں گی تمہیں۔

ہزار ضرور مل جائیں گی مگر اس جیسی کوئی دوسری نہیں ملے گی۔

دیوانے ہو گئے ہو تم تو۔ سلٹی بیگم مزید برہم ہو کر بولیں۔

ہاں میں مانتا ہوں، بس آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ اور ڈیٹی میرا رشتہ لے کر رانیہ کے گھر جا رہے ہیں یا نہیں؟

نہیں! سلٹی بیگم نے فوراً صاف انکار کر دیا۔

ٹھیک ہے می، میرا فیصلہ بھی دوبارہ سن لیجئے، رانیہ نہیں تو کوئی دوسری بھی نہیں، اب میں جانوں اور میری قسمت آپ سے کچھ نہیں کہوں گا میں۔ مامون نے نرم مگر سنجیدہ لہجے میں کہا اور باہر جانے لگا تو ضیاء الدین کو دروازے میں کھڑے پایا، وہ ان دونوں کی ساری باتیں سن چکے تھے۔ انہیں

مامون کی خوشی عزیز تھی مگر جو کچھ وہ اپنی بیوی کی زبان سے چکے تھے اس نے انہیں بھی الجھن میں مبتلا کر دیا تھا۔

خدا حافظ ڈیٹی! مامون نے انہیں دیکھ کر کہتا ہوا باہر نکل گیا۔

\* \* \*

سلمیٰ بیگم آپ اس بچی رانیہ سے نہ ملی ہیں نہ اس کو قریب سے دیکھا ہے پھر آپ کیسے اسے بدکردار کہہ سکتی ہیں اور مامون گزشتہ ڈیڑھ ماہ سے ان کے ہاں مقیم ہے، اس نے رانیہ کو قریب سے رکھا ہے، وہ اسے جانتا ہے۔ جیسی تو وہ اس سے شادی کا خواہش مند ہے۔ ضیاء الدین نے اندر آ کر سلمیٰ بیگم کو دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تو وہ بولیں۔

وہ تو باؤلا ہو گیا ہے، اسے ہر لڑکی سے پیار ہو جاتا ہے۔

غلط، بالکل غلط اگر ایسا ہوتا تو وہ اب تک آپ کی پسمن کی جانے والی لڑکیوں سے بھی عشق فرما چکا ہوتا اور کسی سے بھی شادی کر چکا ہوتا مگر اس نے تو انہیں بغور دیکھنا بھی پسند نہیں کیا۔

مامون نے رانیہ سے محبت کا دعویٰ کیا ہے اس لڑکی میں کچھ تو ایسا ہوگا جو ہمارے بیٹے کے من کو بھا گئی ہے۔

سلمیٰ بیگم! بڑے بیٹے کی شادی میرے بھتیجی سے ہوئی ہے اور چھوٹے بیٹے کی شادی آپ اپنی بھانجی سے کرادیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ اس طرح دونوں خاندانوں سے مستقبل میں رشتہ جڑا رہے گا۔ ضیاء الدین نے نرمی سے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

لیکن میں رانیہ کو اپنی ہو نہیں بناؤں گی، مامون جذباتی ہو رہا ہے جب اس کی اصلیت جان جائے گا تو خود ہی پیچھے ہٹ جائے گا اور رانیہ کی منگنی ہو رہی ہے، جمعے کو، ہم کیوں وہاں جا کر رنگ میں بھنگ ڈالیں۔ سلمیٰ بیگم نے سنجیدہ اور سپاٹ لہجے میں کہا۔

سلمیٰ بیگم سوچ لیں جو آپ رانیہ کے متعلق کہہ رہی ہیں اگر وہ جھوٹ اور الزام ہوا تو آپ اپنے بیٹے کو کھو دیں گی۔ جانتی ہیں ناں مامون کو، اس نے آج تک ہمیں کسی معاملے میں پریشان اور شرمسار نہیں ہونے دیا کوئی ایسا کام یا فیصلہ نہیں کیا جس سے ہمارا سر جھک گیا ہو۔ وہ بہت سمجھدار اور دھن کا پکا ہے۔ اگر اس نے کہا ہے کہ وہ رانیہ کے سوا کسی لڑکی سے شادی نہیں کرے گا تو لکھ لیجیے کہ وہ اپنے کسے پر عمل کر کے دکھائے گا تب کیا آپ اپنے بیٹے کو تنہا اور آزرده دیکھ کر خوش رہ سکیں گی؟ ضیاء الدین نے سنجیدگی سے کہا تو وہ لاجواب ہو کر وہاں سے اٹھ گئیں۔

Ash\_Khann

مامون کو اپنی کمپنی کی طرف سے گھر کی سہولت ملی تھی مگر وہ رانیہ کو دیکھنے کی چاہ میں امجد ہاؤس میں رکا ہوا تھا۔ اب جبکہ رانیہ کسی اور کے نام سے منسوب ہونے جا رہی تھی تو اس نے کمپنی کے گھر میں شفٹ ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ کراچی سے سیدھا لاہور ہو ٹل آیا تھا اور اگلے روز اپنے گھر کی چابیاں لے کر اپنا سامان وہیں لے گیا تھا۔ امجد ہاؤس میں اس کا کچھ سامان موجود تھا لیکن وہ اس قدر دکھی اور دلگیر تھا کہ وہاں جانے کا فیصلہ نہیں کر سکا اس کو اپنی ماں کی بدگمانی اور رانیہ کے متعلق رائے اور رویے نے بہت مایوس اور دل برداشتہ کر دیا تھا رانیہ کو تو وہ اپنی محبت سے اپنا اسیر بنا لینے کا یقین رکھے ہوئے تھا لیکن ماں کو کیسے منانا کس طرح سمجھا تا کہ رانیہ کے متعلق ان کی سوچ غلط ہے۔ وہ خود سے رانیہ کے والدین سے اپنے رشتے کی بات نہیں کر سکتا تھا اور نہ اس کے والدین اس کے ساتھ تھے اور اب جبکہ اس کی منگنی طے ہو چکی تھی تو رانیہ کے والدین مامون کے پرپوزل کو اس کے مئی ڈیڑھی کی رضامندی کے بغیر کسی صورت قبول نہ کرتے۔ یہی بے بسی کا احساس مامون کو رُلا رہا تھا۔ وہ

رانیہ کو کسی اور کی ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ بے قراری سی بے قراری تھی چین سکون نیند آرام کھانا پینا سب ختم ہو گیا تھا۔

مامون اگر رانیہ اس رشتے سے خوش ہے تو تمہیں بھی اس کی خوشی میں خوش ہونا چاہیے اس کے دماغ نے اسے سمجھایا۔

کہاں سے لاؤں میں اتنا حوصلہ اپنی محبت کو گنوا کر کیسے خوش رہ سکتا ہوں میں۔

آج جمعہ تھا، رانیہ کی منگنی انور صغیر سے ہو رہی تھی۔ گھر مہمانوں سے بھرا ہوا تھا، مامون آج اپنی محبت کو دیکھنے نہیں آیا تھا، کیسے وہ رانیہ کے سامنے آکر کہتا کہ وہ اکیلا رہ گیا ہے۔ اس کے ماں باپ نے اس کا فیصلہ قبول کرنے سے انکار دیا ہے۔ وہ تو بڑے مان اور یقین سے رانیہ کو بتا کر گیا تھا کہ وہ اپنے ڈیڈی اور ممی کو لینے جا رہا ہے وہ اسے اس کے والدین سے ہمیشہ کے لیے مانگ لیں گے لیکن اس کا یقین اور مان تو اس کی پیاری ماں نے ہی توڑ دیا۔ وہ اپنے کمرے میں اندھیرا کیے تنہائی میں ٹرپ رہا تھا۔

مامون سنبھالو خود کو جو لڑکی تم سے نفرت کرتی ہے تم اس کے لیے خود کو روگ کیوں لگا رہے ہو؟ دماغ نے سمجھایا۔

نہیں وہ مجھ سے نفرت نہیں کر سکتی وہ تو کسی سے بھی نفرت نہیں کر سکتی۔ بس چڑھتی ہے، میں نے بھی تو اسے خوب تنگ کیا تھا مگر اب کیا ہو سکتا ہے میں تو ہمیشہ محبت کرتا رہوں گا۔

امجد ہاؤس میں خاندان اور محلے کی عورتوں کا جھگھٹا لگا ہوا تھا۔ رخسانہ مجید بھی ان اپنی تینوں بیٹیوں کے ہمراہ آئی ہوئی تھیں۔ مجید ماموں بھی بھانجی کی منگنی میں خوشی خوشی شریک تھے۔

رخسانہ مجید کو آگ لگ رہی تھی کہ ان کی بیٹیاں بیٹھی ہوئی ہیں اور رانیہ ان سے چھوٹی ہونے کے باوجود منگنی شدہ ہو گئی ہے اور بھی پچیس ہزار کی تنخواہ والے اکلوتے بیٹے کا رشتہ ملا تھا اسے۔ ج۔ سے ابھوں نے رانیہ کی منگنی طے ہونے کا سنا تھا تب سے وہ انگاروں پر لوٹ رہی تھیں اور ایک تیر سے دوشکار کرنے کا سوچ رہیں تھیں۔ منگنی کی رسم دھوم دھام سے ادا ہوئی تھی۔ رانیہ گلابی شرارہ سوٹ میں بہت ہی حسین لگ رہی تھی۔ ماموں کو موجود نہ پا کر اور اس کے رضیہ بیگم کی زبانی کراچی جانے کا سن کر رخسانہ بیگم کو دلی مسرت ہوئی تھی۔ سب مہمان کھانا کھا رہے تھے جب رخسانہ مجید، رانیہ کی ہونے والی ساس بیگم صغیر کے قریب چلی آئیں جو بڑی رغبت سے بریانی اور چکن قورمہ کھا رہیں تھیں۔ رخسانہ مجید سے ان کا تعارف ہو ہی چکا تھا۔

مجھے تو رانیہ کی قسمت پر رشک آ رہا ہے بہن، ورنہ ایسی لڑکی کو کوئی شریف خاندان کیوں قبول کرنے لگا۔ سچ کہتی ہوں بہن بڑا دل ہے آپ کا جو رانیہ کی لغزشوں پر پردہ ڈال کر اسے اپنی بہو بنانے جا رہے ہیں اور وہ بھی اپنے اکلوتے بیٹے کے لیے۔ آپ نے ایسی چلاک لڑکی پسند کی ہے خیال رکھیے گا کہیں رانیہ آپ کے بیٹے کو ہی نہ لے اڑے۔

رخسانہ مجید بیگم صغیر کے قریب ہو کر بہت آہستگی سے زہر اگلا۔

کیا مطلب آپ کا کیسی لڑکی ہے رانیہ؟ بیگم صغیر کھانا بھول گئیں اور پریشان ہو کر پوچھنے لگیں۔

میں تو آپ کے بھلے کو بتا رہی ہوں وعدہ کریں میرا نام بیچ میں نا آنگا۔ سمجھا کریں ناں رشتہ داری کا معاملہ ہے۔ رخصانہ مجید نے آہستگی سے کہا تو وہ تیزی سے بولیں۔

آپ بے فکر ہو کر بتائیں آپ کا نام نہیں آنگا۔

دراصل رانیہ کا کردار اچھا نہیں ہے، محلے کے ہر لڑکے سے تو اس کا چکر چل چکا ہے۔ اب آپ جانتی ہیں ناں کہ یہ آج کل کے لڑکے ایسی لڑکیوں سے صرف دل لگی کرتے ہیں شادی وہ کسی نیک پروین سی ہی کرتے ہیں۔ رانیہ جیسی لڑکی سے سب اپنا مطلب پورا کرنے کے بعد اپنا راستہ بدل گئے۔ رخصانہ مجید نے سازشی لہجے میں کہا۔

آپ سچ کہہ رہی ہیں؟؟ بیگم صغیر کے تو پسینے چھوٹ گئے تھے۔ ان کی باتیں سن کر مرے مرے لہجے میں تصدیق چاہی۔

خدا کو منہ دکھانا ہے بہن میں کیوں جھوٹ بولوں گی۔۔۔ آپ سے مجھے مل کر بے حد خوشی ہوئی تھی اسی لیے بتا رہی ہوں کہ کل کلاں کو جب رانیہ کے عاشق نے رانیہ سے رابطہ کر لیا تو آپ ہی کی بدنامی ہو گئی۔۔۔۔۔ اور اگر رانیہ اتنی ہی باکردار اور نیک ہوتی تو میں اسے اپنی بہو بنا لیتی، خیر سے میرے دو بیٹے ہیں میرے مجھے رانیہ پسند بھی تھی لیکن جب اس کی حرکتیں سامنے آئیں اور تصویریں دیکھیں تو میں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ میں آنکھوں دیکھی مکھی کیسے نگل سکتی ہوں۔ میرے لڑکوں کے لیے رشتوں کی کمی تھوڑی ہے جو میں گناہ کی اس پوٹ کو اپنے بیٹے کے سر منڈھ دیتی۔ اسی لئے خاموش ہو گئی۔ یہ دیکھو یہ تصویر اللہ جانے کس لڑکے ساتھ دلہن بنی کھڑی ہے۔

[illegible]

بیگم صغیر رانیہ کے پاس گئیں جو ڈرائنگ روم میں شاہانہ اور شبانہ کے بیچ شرمیلے پن سے مسکرا رہی تھی۔

لڑکی ہاتھ ادھر لاؤ۔ بیگم صغیر نے غصے سے کہا تو وہ تینوں حیرانگی دیکھنے لگیں۔ رضیہ بیگم بھی ان کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

رانیہ بیگم! میں یہ منگنی ابھی اور اسی وقت ختم کر رہی ہوں۔

یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں بہن؟ رضیہ بیگم نے دل تھام کر حیرت و صدمے سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا تو رانیہ نے بھی جھٹکے سے سر اٹھایا۔

اپنی اس بدکردار اور آوارہ لڑکی کو کسی بے وقوف کے سر منڈھنا مجھے نہیں لے جانی یہ گناہ کی گھسٹری اپنے گھر، منگنی ختم ہو گئی۔ بیگم صغیر نے سفاکی سے کہتے ہوئے رانیہ کے ہاتھ سے منگنی کی انگھوٹھی اتار لی۔ تمام مہمان خواتین حیرت اور افسوس سے یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔ رانیہ کے متعلق جو کچھ انہوں نے سنا تھا اس پر کسی کو یقین نہیں آ رہا تھا اور رانیہ بے گناہ ہوتے ہوئے بھی گناہ گار قرار دے دی گئی تھی۔ رضیہ بیگم اور امجد علی کے لاکھ سمجھانے، روکنے اور منت و فریاد کے بیگم صغیر کی نہیں تھیں اور اپنے بیٹے بیٹیوں اور دیگر رشتہ داروں سمیت وہاں سے چلی گئیں تھیں۔

ہنستے بستے گھر میں پل بھر میں صف متم بچھ گئی تھی۔ امجد علی یہ ذلت و رسوائی بیٹی کی بدنامی اور جگ ہنسائی کا صدمہ برداشت نہ کر سکے تھے اور لڑکے والوں کے اپنے گھر پہنچنے سے پہلے ہی دل کا دورہ پڑنے سے موت کی وادی میں جا پہنچے تھے۔

رانیہ نے سیاہ ماتمی لباس زیب تن کر لیا تھا۔ اسے تو جیسے سکتے ہو گیا تھا۔ رضیہ بیگم کا رو کر برا حال تھا۔ سبھی رشتہ دار جو منگنی میں شریک تھے۔ اب امجد علی کی موت کے غم میں شریک تھے۔ رانیہ کو ہر کوئی حسبِ توفیق برا کہہ رہا تھا اور سب کی زہر آلود دل انگار باتیں سن رہی تھی۔

توبہ توبہ ایسی بے حیا لڑکی جسے ماں باپ کی عزت کا بھی خیال نہ آیا باپ کی غیرت کا جنازہ نکال دیا، رانیہ نے۔ باپ بے چارہ صدمے سے ہی مر گیا۔ ایک اور محلے دار عورت کہہ رہی تھی۔

شکل اور عمل سے تو بڑی معصوم لگتی تھی ہمیں کیا خبر تھی کہ اندر یہ گل کھلا رہی ہے۔ دوسری عورت نے کہا۔

ارے یہ اچھی شکل ہی برے عمل کراتی ہے۔ لڑکے والوں کا دماغ تھوڑی خراب تھا جو منگنی کرتے ہی توڑ ڈالی۔ آخر انہیں بھی تو اپنے خاندان میں منہ دکھانا تھا۔ ان کی عزت بھی تو مٹی میں مل گئی ایسی لڑکیوں کا ایسا ہی انجام ہوتا ہے۔ تیسری عورت نے رائے دی۔

ماں باپ کا قصور تا نہیں تھا۔ اتنے نیک ماں باپ کی اتنی بدکردار اولاد۔ چہ چہ چہ۔۔۔۔۔ ہائے  
رضیہ بہن اکیلی رہ گئی امجد بھائی تو بیٹی سے پیار بھی بہت کرتے تھے اور پیار کا یہ نتیجہ دیا ہے بیٹی نے کہ  
ذلیل کرا کے مار دیا باپ کو ہائے ہائے۔

ایک اور آواز رانیہ کی روح چھلنی کر گئی۔ کتنی ہی لفظوں کی ایساں باتوں کے خنجر اور لہجوں نے نشتر اس کی روح میں پیوست ہو گئے تھے اور اسے لہو کر گئے تھے۔

اگر یہ منگنی ہو گئی تو ختم کرا دوں گا۔ تمہارے ہاتھوں پر صرف میرے نام کی مہندی سبجے کی سنا تم نے۔ تم صرف میری دِلن بنو گی۔ رانیہ کی سماعتوں میں مامون کی کہی بات گونجی تھی۔ اور وہ چونک کر حوسوں کی دنیا میں لوٹ آئی تھی۔ مامون ضیاء تم نے میرے انکار کا بدلہ لے لیا ناں تم نے منگنی ختم کرانے کی دھمکی دی تھی ناں اور اپنے گھٹیا منصوبے پر عمل بھی دکھایا۔ رانیہ نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا تھا، اس کے قریب بیٹھی رخسانہ مجید نے اس کی بات سن لی تھی اور فافتخانہ انداز میں دل ہی دل میں مسکرا رہی؟ اب مامون ضیاء اور آنور صغیر دونوں، رانیہ کی بدنامی کے سبب اس سے دور ہو گئے تھے اور اب رخسانہ مجید کو انہیں۔ اپنا داماد بنانے کا مرحلہ آسان نظر آ رہا تھا، دونوں اتنے اچھے رشتے تھے وہ ہر صورت انہیں حاصل کر لینا چاہتیں تھیں۔

مامون کے موبائل کی بیل بج رہی تھی، اس نے تھکے تھکے انداز میں موبائل اٹھا کر دیکھا، ہارون بھائی کا موبائل نمبر تھا۔ اس نے موبائل آن کر کے کان سے لگایا۔

ہیلو!

مامون کیا بات ہے یا رکب سے ممی ڈیڈی تمہیں فون کر رہے ہیں تم فون کیوں نہیں ریسو کر رہے؟ ہارون بھائی نے اس کی آواز سنتے ہی پوچھا۔

خیریت ہے بھائی؟

خیریت نہیں لوممی سے بات کرو۔

ہیلو مون چند کہاں ہو تم؟ سلسلی بیگم کی آواز اس کے کان میسر پڑی۔

میں ادھر ہی ہوں ممی اپنے گھر میں۔

کچھ خبر بھی ہے تمہیں امجد بھائی کا انتقال ہو گیا ہے۔

کیا؟ مامون ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کک کون ممی! رانیہ کے ابا؟

ہاں! ان کا ہارٹ فیل ہو گیا ہے، ابھی ان کے گھر سے فون آیا تھا میں اور تمہارے ڈیڈی کل صبح تک پہنچ جائیں گے، جنازہ کل صبح دس بجے ہے۔ تم وہاں جاؤ رضیہ اکیلی ہوگی، سو کام ہوں گے کرنے والے۔ سلسلی بیگم نے جلدی جلدی بتایا وہ صدمے سے نڈھال ہو گیا۔

اسے رانیہ کا خیال آرہا تھا۔ رضیہ بیگم کی شفیق صورت نگاہوں گھوم رہی تھی۔ امجد علی کی بے ریا محبت و عنایت دل دکھا رہی تھی۔ ممی یہ سب کیسے ہو گیا آج تو رانیہ کی منگنی تھی؟

منگنی ہونے کے تھوڑی دیر پہلے ہی توڑ دی گئی تھی کہ لڑکی یعنی رانیہ بدکردار ہے آوارہ ہے بس اسی صدمے سے امجد بھائی چل بسے۔ رضیہ کی نجانے کیا حالت ہوگی، بہت زلت اور رسوائی ہوئی ہے رانیہ کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تم اس لڑکی کے گن گاتے تھے ناں دیکھ لئے اس پچھن، منگنی ہوتے ہی ٹوٹ گئی۔ اور باپ موت کی ذمہ دار بھی وہی رانیہ ہے لعنت ہو ایسی بیٹی پر۔ سلسلی بیگم طنزیہ اور تلخ لہجے میں بولیں۔

میرادل نہیں مانتا مئی، رانیہ ایسی نہیں ہے۔ وہ اگر کمزور کردار کی مالک ہوتی تو میری بار بار کی جانے والی پیش قدمی پر نفرت اور غصے کا اظہار نہ کرتی۔۔۔۔۔ نہیں وہ ایسی نہیں ہے۔ مامون نے پُر یقین لہجے میں کہا اور موبائل آف کر دیا۔ دوسری جانب سلمی بیگم رانیہ کو کوس رہیں تھیں جس نے ان کے بیٹے پر بقول ان کے جادو کر دیا ہے تھا جو اس کی اس قدر زلت و رسوائی کے باوجود اسے نیک پارسا اور بابر کردار سمجھے ہوئے تھا۔

A\_s\_h\_K\_h\_a\_n\_n

امجد علی کو منوں مٹی تلے دفن دیا گیا تھا۔ رضیہ بیگم اور رانیہ کا رورو کر بُرا حال تھا۔ مامون نے تانیہ کو بس دور سے ہی دیکھا تھا اور اس کی حالت پر تڑپ کر رہ گیا تھا۔ اس کا بس چلتا تو وہ اس کے سارے غم اپنے دامن میں جذب کر لیتا۔ اس نے بھی لوگوں کی زبانی رانیہ کی منگنی ٹوٹنے اور امجد علی کو دل کا دورہ پڑنے کی کہانی سنی تھی۔ یہی نہیں ہر زبان پر رانیہ کے لئے لعنتِ ملامت کے کلمات تھے۔

جنہیں سن سن کر مامون کا دل چھلنی ہو رہا تھا اور وہ سوچ رہا تھا کہ اس کی یہ حالت ہے تو رانیہ کے دل پر کیا گزر رہی ہوگی۔

خدا غارت کرے جس نے میری معصم بچی پر الزام لگایا ہے۔ اللہ کی لٹھی بے آواز ہے، وہ ضرور بچی کے مجرم کو سزا دے گا۔ رضیہ بیگم روتے ہوئے بولیں تارخسانہ مجید نظریں چرا کر وہاں سے اٹھ گئیں۔ سلٹی بیگم اور ضیاء الدین سوئم کے بعد واپس چلے گئے تھے

دس دن ہو گئے تھے امجد علی کو رخصت ہوئے اور رضیہ بیگم رو رو کر بیمار پڑ گئی تھیں۔ نزلہ، زکام، کھانسی، بخار انہیں گھیرے ہوئے تھا۔ اسجد علی باپ کی موت پر بھی نہیں آیا تھا، اس کا صدمہ الگ تھا۔ رضیہ بیگم کو رانیہ کے تاریک مستقبل کے خیال نے بے موت مار دیا تھا۔ شوہر ابدی جدائی دے گیا تھا۔ بیٹا جیتے جی منہ موڑ گیا تھا اور بیٹی کا گھر آباد ہونے سے پہلے ہی برباد ہو گیا تھا۔ زلت و رسوائی اور بدنامی کا داغ اس کی پیشانی پر لگ گیا تھا۔ رضیہ بیگم یہ سوچ سوچ کر ہلکان ہو رہیں تھیں کہ اگر انہیں کچھ ہو گیا تو رانیہ کا کیا بنے گا؟ اسے زلت و رسوائی کے بعد کون قبول کرے گا؟ اور اکیلی لڑکی کو کون چین سے جینے دے گا؟ ان کے سگے بھائی تک نے رانیہ کے کردار کی اس رونمائی کے سبب اسے اپنی ذمہ داری سمجھ کر قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ رانیہ کے سامنے سب کے رویے تھے۔ اس نے ماں کو حوصلہ دینے اور دنیا کو دکھانے کے لئے خود کو سنبھال لیا تھا۔ مضبوط بنا لیا تھا۔ اسے احساس تھا کہ اب اسے اکیلے ہی زندگی کی گاڑی کو کھینچنا ہے۔ لہذا اپنے دل اور اعصاب کو اپنے ارادوں کو مضبوط تو رہنا ہوگا۔ وہ اللہ سے مدد مانگ رہی تھی اور رضیہ بیگم بھی دن رات روتے ہوئے اللہ سے گڑگڑا کر رانیہ کے بہتر و خوشحال اور محفوظ مستقبل کی دعائیں مانگا کرتی تھیں۔

\_\_\_\_\_Ash\_Khann\_\_\_\_\_

رانیہ کابی ایس سی کا رزلٹ آؤٹ ہو گیا تھا اور اس نے پورے کالج میں ٹاپ کیا تھا۔ رضیہ بیگم یہ خوشخبری سن کر رو دیں اسے گلے لگا کر خوب پیار کیا، رانیہ اپنی سند لینے کالج جا رہی تھی، جانے سے پہلے دوپہر کے لئے کھچڑی پکا کر ہاٹ پاٹ میں رکھ دی تھی کیونکہ رضیہ بیگم بیماری کی وجہ سے پرہیزی کھانا کھا رہیں تھیں۔ رانیہ بھی وہی کھا لیتی تھی۔ اپنے لیے علیحدہ سے کچھ نہیں پکاتی تھی۔

رانیہ ۔۔۔۔۔ وہ کالج جانے کے لیے چادر اوڑھ رہی تھی کہ مامون کی آواز پر چونک کت پلٹی، سیاہ پنٹ شرٹ اور کوٹ میں ہلکی سی شیو بڑھائے وہ کچھ غمزہ سا دکھتی دے رہا تھا۔

رانیہ جو کچھ بھی ہوا ہے مجھے اس کا بہت افسوس ہے۔

کیو آپ کو تو خوش ہونا چاہیے کہ جو کچھ بھی آپ نے چاہا وہ آپ کی پلاننگ کے تحت کامیابی سے ہو گیا۔ نوہ تلخی سے بولی۔

تم غلط سمجھ رہی ہو۔ وہ ٹرپ کر بولا۔

میں تو ہوں ہی غلط، پوچھ لیجئے محلے میں کسی سے بھی، بلکہ شہر بھر آپ کو میرے غلط ہونے کی گواہی دے گا۔ وہ تلخ لہجے میں بولتی اس کی بے چینی بڑھا رہی تھی۔

مجھے کسی سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے، میں جانتا ہوں کہ تم بہت معصوم اور باکردار ہو۔ وہ دل سے کہہ رہا تھا،

ظاہر ہے آپ جانتے تھے جیسی تو آپ نے مجھے بدنام کیا۔ ایک سوچی سمجھی۔ سازش کے تحت آپ نے مجھے رسوا کیا۔ آپ کو خود تو معلوم ہی نہ تھا کہ رانیہ ایک باکردار لڑکی ہے۔ وہ اسی لہجے میں بولی۔

تم کہیں جا رہی تھی شاید۔؟ وہ اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔

کہاں جانا ہے آؤ میں چھوڑ دوں۔ آپ مجھے چھوڑ ہی دیں تو اچھا ہے مسٹر مامون ضیاء۔

Ash\_Khann

رانیہ ہمیں آپ پر فخر ہے آپ نے پورے سائنس گروپ میں ٹاپ کیا ہے، اب آگے کیا ارادے ہیں آپ کے؟

رانیہ کالج کی پرنسپل فرحت نسیم کے آفس میں ان کے روبرو بیٹھی تھی اور وہ اسے سمراہتے ہوئے پوچھ رہیں تھیں۔

میڈم میں۔ کیمسٹری میں ایم ایس سی کرنا چاہتی ہوں۔ رانیہ نے جواب دیا۔

ہوں ویری گڈ۔۔۔ لیکن میں تو سنا ہے کہ آپ کی منگنی ہوتے ہوئے ٹوٹ گئی تھی۔

پرنسپل فرحت نسیم نے کہا کی بات کہاں جوڑی تھی۔ رانیہ کو اندازہ تھا کہ یہ قصیدہ اب ہر جگہ اس کی زندگی کو متاثر کرے گا اور وہ خود کو اس قسم کے سوالات کے لئے تیار کر چکی تھی۔

میڈم! منگنی ختم ہوئی ہے میری زندگی تو ختم نہیں ہو گئی۔ مجھے اپنے حصے کی سانسیں اسی عزم و ہمت

کے ساتھ پوری کرنی ہیں جس طرح کہ جینے کا حق ہے زندگی پر۔ رانیہ نے پُر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔

ویٹس لائنک ازبریو گرل۔۔۔ مجھے یقین تھا کہ تم پر ہمت لگانی گئی ہے تم ایک مضبوط کردار اور پاکیزہ

اطوار کی لڑکی ہو، تمہارے والد کی وفات کا مجھے بہت افسوس ہے لیکن تم ہمت مت ہارنا، میرے لائق

کوئی کام ہو تو مجھے ضرور بتانا میں تمہارے ساتھ ہوں۔ مجھے اندازہ ہے کہ ایسے حالات میں ایک جوان

اور اکیلی لڑکی کے لئے اس معاشرے میں سروائیو کرنا کس قدر مشکل ہو جاتا ہے، یہ معاشرہ قدم قدم

پر ایسی لڑکیوں کو ہتک آمیز سلوک کا نشانہ بناتا ہے ان پر دروازے بند کر دیتا ہے، مگر مجھے یقین ہے کہ تم ہمت ہارنے والی لڑکی نہیں ہو تم زندگی کو اس کے اصل رنگ میں جینے کے قابل ضرور بنا لو گی میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ پرنسپل فرحت نسیم نے سنجیدہ اور پُر یقین لہجے میں اس کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا تو رانیہ نے مسکرا کر دھیے اور مہذب لہجے میں جواب دیا۔

تھینک یو میڈم!! آپ کی باتوں سے مجھے زلت و رسوائی کے اندھیرے میں امید اور آبرو کی کرن جگمگاتی دکھائی دے رہی ہے۔ شکر ہے کہ اس معاشرے میں سب عقل کے اندھے اور کانوں کے کچے نہیں ہیں۔ آپ جیسے لوگوں کی موجودگی بھی غنیمت ہے اس معاشرے میں بلکہ نعمت ہے مجھ جیسے لوگوں کے لئے تو۔ تھینک یو میڈم تھینک یو ویری مچ۔

یو آر آلویز ویلکم موئی چائلڈ۔۔۔۔ اور ہاں یہ کارڈ رکھ لو۔ پرنسپل مرحت نسیم نے مسکراتے ہوئے کہا اور اپنے پرس میں سے نکال کر اس کی جانب بڑھا دیا جو اس نے لے لیا۔

یہ کس کا کارڈ ہے میڈم؟! [www.urdu novels mania.com](http://www.urdu novels mania.com)

یہ میری چھوٹی بہن کا کارڈ ہے اس پر جس سکول کا ایڈریس اور فون نمبر درج ہیں وہ اسکول میری چھوٹی بہن مدحت نسیم چلا رہی ہے اسے ایک سائنس ٹیچر کی ضرورت ہے تم اگر انٹر سٹڈ ہو تو میں مدحت سے بات کر سکتی ہوں، تمہارے لیے کسی سفارش کی ضرورت تو نہیں ہے تمہارا شاندار تعلیمی کیریئر ہی تمہاری سفارش ہے۔ فرحت نسیم نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ تشکر اور خیریت سے بولی۔

تھینک یو میڈم! لیکن یہ سکول تو اسلام آباد میں ہے اور میں یہاں لاہور میں ہوں۔

اوہ مجھے خیال ہی نہیں رہا نجانے میں نے یہ کارڈ تمہیں کیوں دے دیا ہے۔ خیر رکھ لو شاید کبھی تمہارے کام آجائے۔ وہ ہنس کر بولیں تو وہ ان کا شکریہ ادا کر کے وہاں سے چلی آئی۔

\_\_\_\_AshKhann\_\_\_\_

گھر پہنچی تو رضیہ بیگم کو غائب پا کر پریشان ہو گئی۔

اماں، اماں کہاں ہیں آپ؟؟ وہ چیخ رہی تھی۔

باجی! مون بھائی آپ کی اماں کو ہسپتال لے کر گئے ہیں ان کی طبیعت بہت خراب ہو گئی تھی۔ محلے کے ایک بچے نے آکر اسے بتایا۔

یا اللہ خیر میری ماں کو کچھ نہ ہوں اللہ میاں۔ رانیہ نے بے اختیار دعا مانگی۔

کس ہسپتال لے کر گئے ہیں؟ بھائی جان کہہ رہے تھی کہ آپ کو بتا دوں۔

اس بچے نے اسے ایک چٹ دیدتے ہوئے بتایا رانیہ چٹ لے کر پڑھی اور بچے کا شکریہ ادا کر کے اپنی چیزیں اپنے کمرے میں الماری میں رکھنے کے بعد شولڈر بیگ میں کچھ پیسے رکھے اور ہسپتال روانہ ہو گئی۔ ہسپتال پہنچی تو مامون اسے ایمر جنسی کے باہر پریشان ٹھٹھا ہوا مل گیا۔ رانیہ نے اس کے پاس پہنچتے ہی سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔ کیا ہوا ہے اماں کو، کہاں، میری اماں؟

ایمر جنسی روم میں ہیں، خالہ جان، ڈاکٹر کے مطابق انہیں ٹائی فائڈ، نمونیہ کا ٹیک ہو ہے۔ مامون نے سنجیدہ اور نرم لہجے میں بتایا۔

اوہ نو۔۔۔۔۔۔ وہ ایک دم سے دیوار سے جا لگی۔

ہمت سے کام لو ان شاء اللہ خالہ جان ٹھیک ہو جائیں گی ان کو سانس لینے میں پر اہلم ہو رہی تھی پھر بھی وہ ہسپتال نہیں آنا چاہ رہیں تھیں مگر میں زبردستی لے کر آیا ہوں، ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ اگر زرا سی دیر ہو جاتی تو۔۔۔۔۔

مامون اسے ساری تفصیل بتا رہا تھا کہ اچانک اس کے چہرے کا رنگ اڑتے دیکھا تو اپنی بے نیازی کا احساس ہوا اور اسے کدم خاموش ہو گیا۔

اُففف میرے اللہ اگر آپ گھر میں نہ ہوتے تو۔۔۔۔۔۔۔۔ رانیہ نے خوفزدہ لہجے میں کہا، وہ کبھی اسے آپ کہتی تو کبھی تم، مامون اس کی اس پل پل کی بدلتی عادت و کیفیت پر متحیر ہوا۔

گھبراؤ نہیں اللہ بہتر کرے گا۔

تھینک یو! رانیہ نے تشکر سے نظریں جھکا کر کہا۔

اسکی ضرورت نہیں۔ ہے، وہ خالہ ہیں میری، میرا فرض ہے ان کا خیال رکھنا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولا تو وہ بس ایک نظر اس کے چہرے پر ڈال کر رہ گئی۔

اس کا لہجہ اور انداز بے حد پُر خلوص تھا رانیہ کو شرمندگی ہو رہی تھی کہ اس نے چند گھنٹے پہلے اس کو بہت برا بھلا کہا تھا اور پھر بھی وہ اس کی ماں ہسپتال لے کر آیا تھا۔ اس کے لئے پریشان ہو رہا تھا اسے تسلی دے رہا تھا۔

کہیں موصوف میری ہمدردی، توجہ اور محبت حاصل کرنے کے لیے مجھے اپنا احسان مند بنا کر حاصل کرنے سے غرض سے تو یہ نیکی نہیں کر رہے؟ رانیہ کے دماغ سوال اٹھایا۔

اسی وقت ڈاکٹر ایمرجنسی روم سے باہر نکلا۔ مامون اور رانیہ اس جانٹ متوجہ ہو گئے۔

ہمیں مریضی کو ہسپتال ایڈمٹ کرنا پڑے گا۔ انہیں آکسیجن لگا دی گئی ہے، آپ دعا کریں کہ وہ نارمل ہو جائیں فی الحال ہم انہیں آئی سی یو میں رکھیں گے۔ ڈاکٹر وزیر علی نے انہیں رضیہ بیگم کی حالت سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا۔

ڈاکٹر صاحب وہ تندرست تو ہو جائیں گی ناں؟ رانیہ نے بے چینی سے پوچھا۔

ان شاء اللہ آپ دعا کیجئے اور مسٹر مامون آپ میرے ساتھ آئیے۔ ڈاکٹر وزیر علی نے رانیہ کو تسلی دینے کے بعد مامون سے کہا تو، رانیہ نے حیرت سے اسے دیکھا وہ اس کا شاننا تھپکتے ہوئے اسے تسلی دیتا ڈاکٹر کے ساتھ چلا گیا اور وہ وہاں اماں کی صحت و سلامتی کی دعائیں مانگنے لگی۔

ڈاکٹر صاحب کوئی خاص بات ہے کیا؟

مامون نے ڈاکٹر کے ساتھ ان کے کمرے میں آتے ہی سوال کیا۔

جی ہاں! دراصل مریضہ کے پھیپھڑوں میں پانی چلا گیا ہے ان کو نمونے کا بھی شدید اٹیک ہوا ہے، مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ آپ کی مریضہ زیادہ دن زندہ نہیں رہ سکیں گی۔

اوہ مائی گاڈ! یہ کیا ہو گیا ڈاکٹر صاحب ابھی تو ان کے شوہر کے انتقال کو بھی دس بارہ روز ہی ہوئے ہیں۔ ان کی بیٹی وہ کیسے سہہ پائے گی یہ صدمہ؟ مامون نے دکھ و پریشانی سے اپنا سر پکڑ کر کہا۔ یقیناً یہ بہت دکھ کی خبر ہے لیکن ہم ڈاکٹر زکی بھی مجبوری ہے، ہم اپنے مریض کے لواحقین کو اندھیرے میں نہیں رکھ سکتے۔۔!

ڈاکٹر صاحب! آپ پلیز رانیہ کے سامنے یہ سب باتیں مت کیجئے گا۔ ورنہ وہ ان سے پہلے مر جائیگی۔ مامون نے ملتی لہجے میں کہا۔

آپ اطمینان رکھیں، مجھے اندازہ ہے اس بات کا اسی لئے میں نے آپ کو علیحدہ بلا کر یہ بات بتائی ہے۔ ڈاکٹر وزیر علی نے سنجیدگی سے کہا۔

تھینک یو ڈاکٹر۔ مامون نے اٹھرتے ہوئے کہا اور واپس رانیہ کے پاس آ گیا۔

کیا کہا ڈاکٹر نے؟ رانیہ نے بے قراری سے پوچھا۔

کچھ نہیں وہ ہسپتال کے بل وغیرہ کی بات کر رہے تھے کہ کمرہ بک کرانا ہوگا خالہ جان کے لئے۔ مامون نے فوراً ہانا بنایا۔

کتنا خرچہ ہوگا؟ رانیہ نے سوال کیا۔

جتنا خرچہ ہوگا بل میں پے کروں تم فکر نہ کرو۔

آپ کیوں پے کریں گے؟

کیونکہ وہ میری خالہ ہیں اور وہ مجھے اپنا بیٹا کہتی ہیں اور سمجھتی ہیں اور ایک بیٹے کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی

ماں کے علاج پر خرچ کرے یہ میرا اور خالہ جان کا معاملہ ہے تمہیں اس معاملے میں گلے شکوے

کرنے کا کوئی حق نہیں۔

وہ لاجواب ہو گئی۔

k

رانیہ نے مجید ماموں کو فون کر کے رضیہ بیگم کی حالت سے آگاہ کر دیا تھا وہ اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ کچھ دیر کے لیے انہیں دیکھنے آئے تھے۔ رضیہ بیگم کو ریکوری روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔ رانیہ تو ڈائن ہے ڈائن۔ پہلے اپنے باپ کو کھا گئی اور اب ماں کو موت کے دہانے پہ لے آئی ہے۔ ہائے ہائے ابھی تو امجد بھائی کا کفن میلا نہیں ہوا اور ان کی بیوہ بھی مرنے کو پڑی ہے۔ رخسانہ مجید نے دہائی دیتے ہوئے کہا رانیہ کا دل پاش پاش ہو گیا۔ ماموں کمرے میں آتے آتے ان کی باتیں۔ سن کر دروازے پر ہی رک گیا تھا۔

رخسانہ! چپ کرو بچی پہلے ہی بہت پریشان ہے تم مزید پریشان مت کرو اسے، اس کا کیا قصور ہے اس میں؟ مجید ماموں نے کہا۔

تو اور کس کا قصور ہے اس سے پوچھیں ذرا اپنی سے کہ بیگم صغیر نے اسے آوارہ اور بد کردار کہتے ہوئے آدھے گھنٹے کے اندر اندر منگنی کس کے کہنے پر توڑ دی تھی۔ ایک دم سے ان پر اس کی اصلیت کیسے ظاہر ہو گئی تھی؟ رخسانہ مجید نے تلخ لہجے میں کہا۔

یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے دعا کرو کہ رضیہ بہن تندرست ہو جائے۔ مجید ماموں نے سختی سے انہیں ٹوک کر کہا۔ رضیہ بیگم بظاہر سو رہی تھیں مگر ان کی باتیں سن رہیں تھیں۔ جان۔ بوجھ کر سوتی بن گئی تھیں۔ انہیں رانیہ کی فکر کھائے جا رہی تھی۔

تندرست ہو کر بھی کونسی خوشی ملنی ہے اس بے چاری کو، بیٹی نے سہاگ بھی چھین لیا اور ان کی آبرو بھی خاک میلادی، ایسے میں بھلا کون ماں تندرست ہو سکتی ہے۔ یہ تو آزاد ہو جاگی کہ ماں باپ کوئی روکنے ٹوکنے کو موجود نہیں پھر جہاں چاہے گی اور جس کے ساتھ چاہے گی آوازہ پھرے گی۔

بس کریں مامی! آپ بھی بیٹیوں والی ہیں، کیوں کسی کی بیٹی کو الزام دے رہیں ہیں، اس کی ساری زندگی آپ کے سامنے گزری ہے، پھر بھی آپ اس کے کردار کو داغدار کر رہی ہیں، بڑے افسوس کی بات ہے۔ ماموں سے جب ضبط نہ ہوا تو اندر داخل ہوتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔ رانیہ نے نفرت سے اسے دیکھا تھا اور دل میں کہا تھا۔

خود ہی مجھے بدنام اور رسوا کیا ہے اور اب خود ہی میرے حق میں بول کر میری نظروں میں معتبر بننے کی کوشش کر رہا ہے۔

مامون بیٹا سارا شہر یہی بات کہہ رہا ہے اس میں کوئی نہ کوئی صداقت تو ہوگی ناں۔ رُحسانہ مجید نے اپنی شرمندگی مٹانے کو نرمی سے کہا تو وہ غصے سے بولا۔

کیا ثبات ہے آپ کے پاس، یا شہر کے پاس رانیہ کی آوارگی اور بے حیائی کا بتائیں مجھے دکھائیں مجھے؟ خاموش ہو جائیں، آپ لوگ رانیہ چنچ اٹھی۔ آپ میری ماں کی تیمارداری اور عیادت کے لیے آئے یا ہمارے زخموں پر نمک چھڑکنے اور نئے زخم لگانے آئے ہیں؟ میرے کردار پوچھنا اٹھانے والے اور بات کرنے والے اپنے کردار کا جائزہ تو لے لیں۔ مجھے کسی کے سامنے اپنی صفائی پیش نہیں کرنی اور مسٹر مامون مجھے آپ کی گواہی کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں کہ میں کس کردار کی مالک ہوں، اس لئے مجھے کسی کی رائے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کوئی ضرورت نہیں ہے، آپ کو میری پاکبازی کی گواہی دینے یا میرے حق میں بولنے کی اور ماموں آپ! مجیس ماموں کیسے بھائی ہیں آپ کہ اپنی بہن سے دو بول تسلی کے بھی ڈھنگ سے نہ بول سکے۔ آپ کی بھانجی آپ پر بوجھ بنے گی ماموں، بے فکر ہو جائیے۔ مجھے اپنا بوجھ اٹھانا آتا ہے۔

رانیہ کو سب کو باری باری دیکھتے ہوئے کہا تو وہ شرمندہ سے ایک ایک کر کے کمرے سے باہر چلے گئے۔

مامون وہیں کھڑا رہا اور رانیہ کا چہرہ تنکڑا رہا جو غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ حالات و واقعات اور پے در پے ملنے والے صدمات نے اسے غصیلا، چڑچڑا اور گستاخ بنا دیا ہے۔ اسی لئے وہ اس کی کسی بات کا برا نہیں مناتا تھا۔ الٹا اس کے لیے پریشان رہتا تھا۔

آپ بھی چلے جائیے۔ رانیہ نے مامون کو کھڑے دیکھ کر سختی سے کہا۔

میرے پاس واپسی کا کوئی راستہ نہیں رانی۔ وہ بے بسی سے بولا۔ اس کے لہجے میں کچھ تھا جس نے رانیہ دل میں طوفان بہا کر دیا تھا۔

رانیہ۔۔۔۔۔ رضیہ بیگم نے آنکھیں کھول کے اسے پکارا۔

جی اماں! کیسی طبیعت ہے آپ کی وہ دوڑ کو ان کے قریب چلی آئی۔

رانی میری بچی مجھے ایسا لگتا ہے کہ۔۔۔۔۔ میرے پاس۔۔۔۔۔ وقت نہیں ہے۔

اماں! مت کریں ایسی باتیں، مجھے کس کے سہارے چھوڑ کر جائیں گی؟ وہ روتے ہوئے بولی اور ان کا ہاتھ تھام کر چہرے سے لگایا۔

میری آخری بات مانے گی رانی؟

اماں حکم کریں۔۔۔۔۔ جو کہیں گی میں مانوں گی بس مجھ سے مرنے کی باتیں مت کریں۔ وہ روتے ہوئے ٹپ کر بالی۔ مجھے تیری فخر ہے رانی تو۔۔۔۔۔ اکیلی کیسے جئے گی، دیکھ یہ میری وصیت بھی ہے

۔۔۔ اور آخری خواہش بھی ۔۔۔ وعدہ کر میری وصیت، میری خواہش، پوری کرے گی۔۔۔

کرے گی ناں؟ رضیہ بیگم نے ٹھہر ٹھہر کر اور اٹک اٹک کر اپنی بات مکمل کی۔

ہاں اماں میں وعدہ کرتی ہوں آپ جو کہیں گی، میں پورا کروں گی آپ کی بات، آپ کی خواہش میں پوری کروں گی اماں۔ وہ روتے ہوئے بولتی مامون کے دل پر خنجر چلا رہی تھی۔

چاند بیٹا۔ رضیہ بیگم نے مامون کی طرف دیکھا۔

جی خالہ جان! مامون نے ان کے بیڈ کے قریب آکر ان کا ہاتھ تھام لیا۔

بیٹا اپنی مرقی ہوئی خالہ کی ایک بات مانو گے؟

آپ کس تو خالہ جان! وہ خلوص سے بول؟

مومن میرے چاند، میری رانیہ کو اپنا لوا سے اپنا نام دے دو۔ یہ تمہارا بہت احسان ہوگا اپنی خالہ پر۔

رضیہ بیگم نے پھولی ہوئی سانسوں کے بیچ اپنی خواہش بیان کی تو مامون پر تو جیسے شادی مرگ طاری ہو گئی اور رانیہ وہ حیرت اور بے بسی سے بولی۔

www.urdu novels mania.com

اماں یہ آپ کیا کہہ رہیں ہیں؟

دیکھ تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اب۔ مکرنا نہیں منجھے چین۔ سے مرنے دے میری بچی۔ رضیہ بیگم نے دکھ سے کہا۔

اماں! وہ رونے لگی۔

مومن بیٹا کیا سوچنے لگے کہیں تم بھی رانیہ کے نام سے مفسور سوائی سے خوفزدہ تو نہیں ہو گئے

اسے۔۔۔۔۔

[illegible]

آپ کی رانیہ کو میں بہت خوش رکھوں گا بس آپ بتائیں کیا کرنا ہے کب۔ کرنا ہے۔ مامون نے ان کے آنسو صاف کرتے ہوئے بتایا تو وہ نہال ہو گئیں۔

بیٹا کیا تم آج ہی رانیہ سے نکاح کر سکتے ہو۔ یہاں میرے سامنے؟ انہوں نے اس کے سہارے سے اٹھتے ہوئے پوچھا تو مامو نے پیار بھری نظروں سے رانیہ کو دیکھا جو آنسو پونچھ رہی تھی۔

خالہ جان اطمینان رکھیں میں تھوڑی دیر میں سارا انتظام کر کے آتا ہوں۔ خوشی سے مسکراتے ہوئے

بولا

رانیہ ادھر دیکھ میری رانی۔ رضیہ بیگم نے اسے پیار سے بلایا۔

جی اماں! وہ ان کے قریب آگئی۔

وہ جو صندوق ہے جامنی کور والا۔ اس میں تیرے کچھ جوڑے رکھے ہیں تیرے جمیز کے لیے بنوا کے رکھے تھے۔ اس میں میرون اور سنہری سوٹ نکال کر نہا کے پن لینا، میں تجھے پوری دلسن بننے نہیں دیکھ سکوں لیکن آدھی تیاری تو اتنی جلدی ہو ہی جائے گی اور مون بیٹا اس کے ہاتھ پہ مہندی ضرور لگوانا۔۔۔۔۔ اسے ابھی اپنے ساتھ لے جاؤ بازار سے مٹھائی وغیرہ خرید لینا پیسے رانیہ دے دے گی۔ رضیہ بیگم نے خوشی خوشی ہدایات دیں۔

[illegible]

66

خالہ جان پیسے ہیں میرے پاس، آپ بس اپنا خیال رکھیں میں دوا دھائی گھنٹے میں سارا انتظام کر لوں گا اور نرس یہاں آپ کے پاس آن ڈیوٹی ہوگی، کسی چیز کی ضرورت ہ، کوئی مسئلہ ہو تو فوراً نرس کو بتا دیجئے گا۔ چلیں رانیہ۔ مامون نے رضیہ بیگم کو اطمینان دلاتے ہوئے کہا اور جانے کے لیے کھڑا ہو گیا۔

رانیہ نے رضیہ بیگم کی طرف دیکھا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلا کر گویا اسے جانے کی اجازت دے دی۔ وہ اپنی چادر اوڑھ کر آنسو صاف کرتی ہوئی اس کے ساتھ چلتی ہوئی باہر اس کی گاڑی میں آ بیٹھی۔

وہ اس وقت صرف اپنی ماں کی آخری خواہش اور آخری وصیت پر سوچ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی۔

وہ اپنی زندگی سے اس قدر مایوس لگ رہی تھی، وہ پھر سے رو پڑی۔

رانیہ! سنبھالو خود کو۔ مامون نے گاڑی چلاتے ہوئے اسے فکر مندی سے دیکھ کر کہا تو وہ روتے ہوئے آنسو پونچھنے لگے۔

کیا ہوا ہے اماں کو، وہ ایسی مایوسی کی باتیں کیوں کر رہی ہیں، آپ مجھے بتاتے کیوں نہیں ہیں؟  
جس لڑکی کے سر پر باپ بھائی موجود نہ ہوں اس کی بیمار ماں کو اس کی فکر تو ہوتی ہی ہے ناں۔ ان شاء اللہ تندرست ہو جائیں گی۔ مامون نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ اسے اصل بات بتا کر مزید پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

ash\_Khann

پھر اسی شام عصر کے بعد رانیہ اور مامون کا نکاح ہسپتال کے اس پرنیوٹ روم میں ہو گیا جس میں مجید مامون، ان کا بیٹا حمید اور مامون کے دو قریبی دوست یاسر اور سلمان بطور گواہان شریک ہوئے۔ رضیہ بیگم نے خوشی سے رانیہ اور مامون کا ماتھا چوم لیا۔ مہمانوں کو مٹھائی اور چائے پیش کی گئی۔ سبھی انہیں مبارک باد دینے کے بعد چلے گئے۔ مامون سفید شرٹ اور براؤن رنگ کے پینٹ کوٹ میں ملبوس تھا اور رانیہ میرون کا مدار شلوار قمیض دوپٹے میں میچینگ چوڑیاں اور مہندی سے سجے ہاتھوں میں گجرے پہنے بے حد حسین لگ رہی تھی۔ مامون نے اس کی اور اپنی کئی تصاویر کھینچ لیں تھیں۔ رانیہ قدرت کے اس کھیل پر حیران و پریشان بیٹھی تھی کہ جس شخص سے وہ نفرت کرتی تھی، جس کی محبت کو روز ازل سے ٹھکراتی آئی تھی۔ آج تقدیر نے، حالات کی سنگینی اور مجبوری نے اسی شخص کو اس کی زندگی کا ساتھی، جملہ حقوق کا مالک بنا دیا تھا۔ وہ اس مرحلے سے گزرنے کے بعد خالی دل اور خالی آنکھوں کے ساتھ سر جھکائے بیٹھی تھی اور مامون اسے پیار سے دیکھ رہا تھا۔ وہ پر یقین تھا کہ وہ اپنی محبت سے رانیہ کی نفرت اور بے رخی کو ختم کر دے گا اور اس کی محبت اس کا نصیب ضرور بن جائے گی۔

رانیہ بیٹی! مامون ادھر آؤ چند امیر سے پاس۔ رضیہ بیگم نے دونوں کو اپنے پاس بلایا تو وہ ان کے سامنے دائیں بائیں آ بیٹھے۔ رضیہ بیگم نے دونوں کے ہاتھ پکڑ لئے اور رانیہ سے کہنے لگیں۔

رانیہ بیٹی! مامون اس چودھویں کے چاند کو خوش رکھنا، بیٹی، یہ بہت محبت کرنے والا بچہ ہے اس کی قدر کرنا۔

کتنی پیاری بات کسی ہے خالہ جان نے اسے گرہ سے باندھ لو رانیہ مامون۔

مامون نے شوخ لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا تو اس نے غصے سے منہ پھیر لیا۔

دیکھ لیجئے خالہ جان! آپ کے سامنے ہی یہ مجھ سے منہ پھیر رہی ہے۔ بعد میں پیچھے بنانے کیا کرے گی؟؟ مامون نے معصوم سا شکوہ کیا۔

رانیہ تم نے سنا! میں نے کیا کہا ہے! ابھی؟؟ رضیہ بیگم نے اس سے کہا۔

اماں! کچھ نہیں ہوتا آپ کے اس چاند کو۔۔۔ ایک دم سے شکایتیں لگانی شروع کر دی ہیں۔ رانیہ نے غصے سے مامون کو دیکھ کر کہا تو وہ ہنس پڑا۔

رانی بیٹی! یہ تو پیار میں کہہ رہا ہے۔۔۔ ایک دوسرے کی قدر کرنا۔۔۔ میں بہت خوش ہو

آج۔۔۔۔۔ اب مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔۔۔۔۔ مجھے یقین ہے۔۔۔۔۔ اطمینان ہے

کہ میں نے اپنی بیٹی کا ہاتھ ایک مخلص اور محبت کرنے والے شخص کے ہاتھ میں دیا ہے۔۔۔۔۔ اللہ

تم دونوں کو ایک دوسرے کی راحت اور مسرت کا باعث بنائے۔ سداشاد و آباد رکھے میرے بچوں

کو۔ رضیہ بیگم نے رانیہ کا ہاتھ مامون کے ہاتھ میں دیتے ہوئے دل سے دعا دی۔

آمین۔! مامون نے دل سے کہا اور رانیہ کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا جو اس نے بمشکل چھڑایا اور رخ پھیر کر وہاں سے اٹھ گئی۔ مامون کو ہنسی آگئی۔

مامون بیٹا۔۔۔۔۔ میرے پاس نرس موجود ہوگی۔۔۔۔۔ تم رانیہ کو گھر لے جاؤ صبح آجانا۔ راضیہ بیگم نے جانے کس خیال سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو رانیہ سٹپٹا گئی، وہ تو پہلے ہی اتنا بے باک تھا اب تو نکاح ہو گیا تھا، بھلا اب وہ کیسے باز رہ سکتا تھا اپنی محبت کے عملی اظہار سے۔

اماں! میں آپ کے پاس رہوں گی۔ رانیہ نے فوراً کہا۔

آج نہیں۔۔۔۔۔ آج رات تمہیں مامون کے ساتھ رہنا ہے اپنے شوہر کے پاس جاؤ  
شباباش۔۔۔۔۔!

رضیہ بیگم کا لہجہ اور جملہ معنی خیز تھا وہ بلش ہو گئی۔ مامون مسکراتے ہوئے شوخ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

مگر اماں!-----!

رانی اپنی ماں کی بات ماننے کا وعدہ کیا تھا تو نے اتنی جلدی بھول گئی۔ راضیہ بیگم نے یاد دلایا۔

ٹھیک ہے اماں جیسے آپ کی مرضی۔ اس نے ہارمانتے ہوئے کہا۔

خوش رہ میری بچی سدا سہاگن رہ۔ رضیہ بیگم نے محبت سے اس کی پیشانی چوم لی اور وہ مامون کے ساتھ باہر نکل آئی۔

مامون بہت خوش تھا اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اسے اس کی محبت مل گئی ہے اس کے برابر اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ برجمان ہے، اس نے راستے میں ہوٹل سے کھانا پیک کروایا اور امجد ہوؤس آ گئے

دونوں - رانیہ کو اس وقت بھائی اور باپ بے طرح یاد آرہے تھے۔ وہ قدرت کی ستم ظریفی پر اشک بہا رہی تھی۔ اس کی شادی کیسے حالات میں ہوئی تھی اور وہ بھی اس شخص کے ساتھ جسے وہ انکار کر چکی تھی۔ وہ جتنی ناخوش تھی مامون اتنا ہی خوش تھا

آپ رات یہیں رہیں گے کیا؟ رانیہ نے اپنے ساتھ آتی دیکھ کر پوچھا۔

ظاہر ہے یہ ہماری شادی کی پہلی رات ہے، جو شوہر کو اپنی بیوی کے ساتھ گزارنی چاہیے۔ خالہ جان نے کچھ سوچ کر ہی تمہیں میرے ساتھ بھیجا ہے ناں۔ یقین جانو رانیہ آج میں بہت خوش ہوں میری محبت مجھے مل گئی ہے۔ وہ شوخ و شریر لہجے میں جواب دیتا اس کے قریب آگیا۔

لیکن میں خوش نہیں ہوں۔ وہ بے رحمی سے بولی۔

تم نے یہ شادی اپنی مرضی سے کی ہے۔

میں آپ کی مرضی اور محبت ہو سکتی ہوں لیکن آپ میری مرضی اور محبت نہیں ہیں۔ آہ صرف میری اماں کی وصیت اور خواہش میں بس! رانیہ نے سنگدلی سے اس کے جذبات کا خون کرتے ہوئے کہا۔

ادھر آؤ۔۔۔۔۔ ذرا دیکھوں تو سہی تمہارے سینے میں دل کی جگہ کہیں پتھر تو نہیں جڑا ہوا۔

مامون نے اسے بازو سے پکڑ کر قریب کرتے ہوئے کہا اور اس کے دل پر ہاتھ رکھ دیا تو وہ بری طرح سٹیٹا گئی۔

Ash\_Khann

کیا ہے! وہ اس کا ہاتھ ہٹاتے کی کوشش میں بچوں کی طرح چڑ کر بولی تو وہ مسکراتے ہوئے گنکھایا۔

پیار ہی یہی تو پیار ہے۔

لیکن مجھے کوئی پیار نہیں ہے آپ سے۔ وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر غصے سے بولی۔

تو ہو جانے گا میری جان! تمہارا یہ دل جو نفرت سے بھرا ہے ناں ایک دن مامون ضیاء کی محبت اور چاہت سے اس کے پیار سے پیار بھرا ہو گا اور تم اس کے ساتھ اس کے قرب کی تمنائیں بے قرار ہونے لگو گی۔ وہ اس کے کانوں میں پیار بھری باتیں کس یقین سے کہہ رہا تھا اس نے حیرت سے اس کا وجہ چہرہ دیکھا۔

تم کو آتا ہے پیار پہ غصی، مجھ کو غصے پہ پیار آتا ہے۔ بیٹھ جاؤ۔ مامون نے مسکراتے ہوئے اسے بیڈ کے کنارے پر بٹھایا اور خود بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا اور اپنے کوٹ کی جیب میں سے سونے کے دو گنگن نکال کر اس کے دائیں ہاتھ میں پھنسا دیئے۔

یہ تمہاری رونمائی کا تحفہ ہے۔ تم اصلی دِلن کی طرح تیار تو نہیں ہوئیں لیکن تمہارا یہ سادہ سا روپ بھی بہت دلنشین ہے۔ میرے نام کی مہندی کا رنگ کتنا گہرا اور سرخ ہے ناں رانیہ۔ جو میرے پیار کی سچائی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آئی لویو رانیہ آئی ریلی لویو۔ مامون بے خودی کے عالم میں کہتا ہوا اس کے مہندی سے رچے ہاتھوں کو سونگھ رہا تھا۔

آپ جانیں یہاں سے۔ رانیہ کھڑی ہو کر بولی۔

آج کی رات تو میں کہیں نہیں جانے والا، اوپر کمرے میں میرے شلو اسوٹ ہوں گی وارڈروب میں ایک نکال کر لا دو میں چیخ کر کے یہیں سوؤں گا۔ وہ اس کی بے حسی پر بھی مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ خود ہی جا کر لے آئیں میں اتنی رات کو اندھیرے میں اوپر نہیں جاؤں گی۔ رانیہ نے فوراً جواب دیا تو وہ ہنس پڑا۔

ابھی تو تم مجھے یہاں سے جانے کا کہہ رہی تھی اور اب خود اپنے گھر کے حصے میں جاتے ہوئے ڈر رہی ہو۔

آپ کو کیا تکلیف ہے؟؟ وہ جھلا کر بولی۔

مجھے تکلیف یہ ہے کہ تم اتنی حسین رات ضائع کر رہی ہو، کتنے خواب دیکھے تھے میں نے اس رات کے دیکھو باہر چاند نکلا ہوا ہے ساری دنیا کے لیے اور اندر یہ چاند صرف تمہارے لیے نکلا ہے تمہیں اپنی چاندنی میں نہلانا چاہتا ہے اور تم۔

وہ کہتے کہتے خاموش ہو گیا اور حسرت و یاس سے اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ وہ سٹپٹا گئی اور نظریں چرا کے کمرے سے باہر نکل آئی۔

وہ جو کھانا لایا تھا رانیہ نے برتنوں میں نکال کر ٹرے میں سجایا اور اپنے کمرے میں لے گئی جہاں مامون برجمان تھا رانیہ نے ٹرے میز پر رکھ دی۔  
کھانا کھا لیجئے۔

تم بھی میرے ساتھ بیٹھ کر کھاؤ۔  
www.urdu novels mania.com

مجھے بھوک نہیں ہے۔

کھانے کی بھوک بھی نہیں ہے۔ مامون کا جملہ اور لہجہ معنی خیز تھا۔ وہ شرم سے کٹ کر رہ گئی اور کمرے سے باہر نکل آئی۔

رانیہ - - - - - ایسا مت کرو ورنہ میرے ساتھ تم خود کو بھی اذیت میں مبتلا کئے رکھو گی۔

مامون نے ایسے کہا جیسے وہ اس کے سامنے موجود ہو اور پھر بے دلی سے کھانا کھانے لگا۔ رانیہ رضیہ بیگم کے کمرے میں سونے کے لیے آگئی تھی مگر اسے ایک پل کو بھی نیند نہیں آئی تھی۔ وہ اسجد کے لیے اماں اور ابا کے لیے روتی رہی تھی۔ مامون کی محبت کی اس کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اس نے بدگمانیوں اور نفرتوں کے جالے اپنے ارد گرد بن لیے تھے، جہاں مامون کی بے لوث و بے تیا محبت میں پھنس کر الجھ کر رہ گئی تھی۔

Ash Khann

فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد وہ تیور ہو کر کچن میں آگئی۔ رضیہ بیگم کے لیے دلیہ اور چائے بنا کر فلاسک میں ڈالی۔ خود حسب معمول دودھ کا ایک گلاس نیم گرم کر کے پیا اور مامون کے لیے اس کا مرغوب ناشتہ پراٹھا اور مرانی انڈے بنا کر چائے کے ساتھ ٹرے میں رکھ کر اس کے کمرے میں لے آئی۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا بال سنوار رہا تھا۔ رانیہ ٹرے میز پر رکھ کر جانے لگی تو مامون نے کہا۔

تمنے ناشتہ کر لیا رانیہ

جی میں نے دودھ کا گلاس پی لیا ہے۔

دودھ کے گلاس سے بھوک نہیں مٹے گی، آؤ بیٹھ کر ناشتہ کرو تم رات بھی کھانا نہیں کھایا تھا۔ اپنی صحت خراب کر کے تم اماں کا خیال کیسے رکھ پاؤ گی؟

مجھے جب بھوک ہوگی میں کھالوں گی آپ میری فخر نہ کریں۔

تمہاری فخر اب مجھے کو کرنی ہے بیٹھو شاباش بسم اللہ کرو۔ کھانے پینے کے معاملے میں تمہاری کوئی مرضی نہیں سنوں گا۔ لومہ کھولو۔ مامون نے اسے کندھوں سے پکڑ کر بیڈ کے کنارے پر بٹھا دیا اور

زبردستی نوالہ بنا کر اس کے منہ میں دے دیا۔ وہ جانے کیوں رونے لگی۔ مامون نے اس کے آنچل سے اس کے آنسو صاف کیے۔

یہ آنسو بہت قیمتی ہیں رانی! انہیں بچا کر رکھو ابھی انہیں بہانے کا وقت نہیں آیا۔

کیا مطلب؟ آپ کچھ چھپا رہے ہیں مجھ سے بتائیں ناں، اماں کو کیا ہوا ہے؟ وہ اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے خوفزدہ لہجے میں بولی۔

آرام سے ناشتہ کرو پھر ہسپتال اماں کا ناشتہ لے کر بھی جانا ہے اور تم کیا ساری رات جاگتی رہی ہو؟ مامون نے اس کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں کچھ سرخ لکیروں کے جال کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

جی!

مجھے تو کوئی فائدہ نہیں ہوا نا تمہارے جاگنے کا۔ مامون کا معنی خیز جملہ اسے حیا آمیز کوفت میں مبتلا کر گیا۔

میں خالہ جان سے تمہاری شکایت کروں گا کہ آپ نے اپنی بیٹی کو میرے ساتھ رخصت کر دیا تھا لیکن آپ کی بیٹی تو مجھے اپنے قریب بھی نہیں بھٹکنے دیتی۔ وہ شریر لہجے میں بولا۔  
یہ بات آپ اماں سے کہیں گے؟ رانیہ نے شرم سے پانی پانی ہو کر کہا۔  
بالکل! اس نے پراٹھے اور انڈے سے انصاف کرتے ہوئے کہا۔

شرم کریں!

میں بھی اگر تمہاری طرح شرم کر تا رہا ناں تو بے اولاد رہ جاؤں گا میرا خاندان میری نسل کیسے آگے بڑھے گی؟ وہ مزید شریر ہوا تھا۔

فضول باتیں کرنے کے علاوہ بھی کچھ آتا ہے آپ کو؟ وہ غصے اور شرم سے کھڑی ہو گئی اور تیز لہجے میں بولی۔

آتا ہے بہت کچھ آتا ہے تم اگر پاس آنے کی اجازت دو تو میں عملی ثبوت پیش کر سکتا ہوں۔ مامون نے اس کے غصے اور حیا سے لال ہوتے چہرے کو دیکھ کر پچھلے سے دیکھتے ہوئے کہا۔

مجھے کسے ثبوت کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ غصے سے جواب دیتی کمرے سے باہر نکل گئی۔ مامون کا شوخ و شریر قہقہہ اسے مزید تپا گیا تھا۔

وہ دونوں ہسپتال پہنچے تو رضیہ بیگم ان کی منتظر تھیں۔ انہیں دیکھ کر خوشی سے مسکرا دیں۔ رانیہ نے بے اختیار نگاہ اٹھا کر مامون کو دیکھا تھا اور نگاہ جھکالی۔ مامون نے اس کی خاموشی دیکھ کر انہیں جواب دیا۔

خالہ جان یہ میرے ساتھ خوش نہیں ہے۔

کیا؟ رضیہ بیگم کے ساتھ رانیہ نے بھی بوکھلا کر اسے دیکھا۔

جی ہاں! یہ میرے ساتھ خوش نہیں ہے بلکہ بہت خوش ہے۔ مامون نے بڑی خوبصورتی سے بات بنائی تو رانیہ کی جان میں جان آئی۔ رضیہ بیگم بھی خوش ہوئیں۔

یا اللہ تیرا شکر ہے اب میں سکون سے مر سکوں گی، اللہ تم دونوں کو ہمیشہ شاد و آباد رکھے تندرست رکھے۔ رضیہ بیگم نے دل سے انہیں دعا دی۔ مامون نے اس بار بھی دل سے آمین کہا تھا۔

تم نے اپنی ماں کی وصیت اور خواہش پر مجھ سے یہ پیپر میرج کر ہی لی ہے تو چند روز ان کے سامنے اس شادی سے خوش ہونے کی ایڈجسٹنگ تو تمہیں کرنا ہوگی ورنہ انہیں تمہارے محفوظ مستقبل کی فکر پر پریشان کیے رکھو گی۔ مامون نے کمرے سے باہر آ کر رانیہ سے نہایت ہی سنجیدہ لہجے میں کہا اور رضیہ بیگم کے کسی کام سے چلا گیا۔

چند روز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ رانیہ اس کے اس لفظ پر اٹک کر رہ گئی تھی۔ رضیہ بیگم کی طبیعت سنبھل نہیں رہی تھی وہ تو بس رانیہ کی شادی کی خوشی میں خود کو سنبھالے ہوئے تھیں۔

رضیہ بیگم نے وکیل کے ذریعے اپنی وصیت لکھوائی تھی، امجد ہاؤس رضیہ بیگم کے نام تھا جو انہوں نے قانونی طور پر رانیہ کے نام کر دیا تھا۔ اور امجد علی مرحوم کا اسٹریچ کر اس کی رقم رانیہ کے نام بینک میں جمع کرائے کی قانونی طور پر وصیت کر دی تھی۔

رضیہ بیگم کی بیٹی ہونے کے ناطے وہ ان کی قانونی وارث تھی اس لیے یہ پراپرٹی تانیہ کو ہی ملنی تھی۔ اسجد کی نافرمانیاں اور بے رخی کی بدولت اسے جائیداد میں سے کچھ نہیں دیا گیا۔ ویسے بھی وہ بہت دولت مند بن گیا تھا۔ اس نے تو ماں باہ اور بہن سے ہر تعلق اور رابطہ توڑ لیا تھا۔ اس لیے رضیہ بیگم نے اسے اس مختصر جائیداد میں سے حصہ دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

مجید ماموں اور حمید نے اگلے روز رخصانہ مجید کو رانیہ اور مامون کی نکاح کی اطلاع دی تھی۔ جسے سن کر پہلے تو انہیں یقین نہ آیا اور جب دونوں نے رانیہ کے نکاح میں بطور گواہ شریک ہونے کا بتایا تو وہ آگ بگولا ہو گئیں۔ کیونکہ اب وہ رانیہ کو اپنی ہو بنا کر گھر اور سٹور اپنے نام کرنے کے خواب دیکھ رہیں تھیں۔ پل پل نئی نئی سازشیں ان کے دماغ میں پلتی رہتی تھیں۔ اپنی سازش سے ناکامی پر وہ تلملارہی تھیں سیدھی ہسپتال جا پہنچیں۔

تمہیں کچھ خبر بھی ہے مامون کے گھر والوں نے تمہیں تمہارے گھر اور دکان کی وجہ سے قبول کرنے کی حامی بھرے تھی۔ وہ تمہارے ذریعے تمہارا گھر مامون کے نام کرا کے تمہیں چلتا کریں گے۔ رخصانہ مجید نے رانیہ کو باہر لان میں لے جا کر رازداری سے بتایا۔ لیکن ان کے پاس کس چیز کی کمی ہے جو وہ میری جائیداد لیں گے؟ ہوس، لاپٹھیری بچی، لالچہ یہ دولت مندوں کو بھی جائز ناجواز ذریعے سے مال بنانے پر اکسائے رکھتی ہے۔ میرا نام مت لینا کہ میں تمہیں اندر کی بات بتا دی ہے اور ظاہر ہے تم خود سوچو کہ تم جس الزام اور تہمت کے تحت محلے، خاندان اور شہر بھر میں بدنام ہو چکی ہو اس کے بعد بھلا مامون کے ماں باہ تمہیں اپنی ہو کیوں بنانے لگے۔ وہ تو تمہاری جائیداد کا لالچہ ہے انہیں وہ ہتھیا کر وہ لوگ تمہیں دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال پھینکیں گے۔ ہائے میرے می یتیم رانیہ میرے بس میں ہو تو میں تجھے ہو دکھ سے بچا لوں۔ رخصانہ مجید نے سنجیدگی سے کہا آخر میں باقاعدہ آنسو لاکر اسے اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔ رانیہ کے وجود میں نفرت کی چنگاریاں پھر سے بھڑک اٹھیں تھیں۔

رانیہ! جلدی آؤ خالہ جان کی حالت بگڑ رہی ہے۔ مامون کی آواز پر وہ چونک کر پلٹی اور تیزی سے بھاگتی ہوئی وارڈ میں داخل ہوئی۔ رضیہ بیگم کی سانسیں اکھڑ رہیں تھیں۔ ڈاکٹر وزیر علی انہیں آکسیجن لگا رہے تھے۔ مامون اور رانیہ ساتھ کھڑے تھے۔ مامون کو انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے پاس بلایا۔

جی خالہ جان! مامون فوراً قریب آ گیا۔ رضیہ بیگم نے نجانے ٹوٹی سانسوں کے بیچ اس سے کیا کہا تھا کہ اس نے اثبات میں سر ہلایا اور رانیہ کا ہاتھ تھام کر ا کے قریب کھڑا ہو گیا۔ رضیہ بیگم نے مسکرا کر ان دونوں کو الوداعی نظروں سے دیکھا اور پھر دھیرے دھیرے آنکھیں موند لیں۔ وہ ابدی نیند سو گئی تھیں لیکن ہونٹوں پر ایک آسودہ مسکراہٹ تھی جو کسی یقین اور اطمینان کے بعد ہی انسان کو میسر آتی ہے۔

اماں ----- اماں ----- رانیہ نے ٹپ کر انہیں پکارا اور صدمے سے بے ہوش ہو کر مامون کی بانہوں میں جھول گئی۔

رضیہ بیگم بھی اپنی اکلوتی بیٹی کو روتا، ٹپتا، بلکتا چھوڑ کر ملک عدم سدھا رنگیں اور وہ لاکھ روئے ٹپنے اور چاہنے کے باوجود بھی روک نہیں سکی تھی۔ رخصانہ مجید نے ایسے میں رانیہ کو بہت سنبھالا تھا۔ ان کی تینوں بیٹیاں بھی اس کی دلجوئی کر رہی تھیں۔ مامون تو اس کی حالت دیکھ دیکھ کر ٹپ رہا تھا۔ محلے اور خاندان والوں نے رانیہ کو ہی اس کے ماں باپ کی موت کا زمرہ دار ٹھہرا لیا تھا۔

سب اس کے خراب کردار کے انکشاف پر اس کی منگنی ٹوٹنے سے امجد علی اور رضیہ بیگم کی صدماتی موت کو تعبیر کر رہے تھے اور وہ لوگوں کی زہریلی باتیں سن کر مزید ہلکان ہو رہی تھی۔ وقت رکتا نہیں ہے، صدمہ کتنا ہی بڑا درد و غم کتنا گہرا اور کڑا کیوں نہ ہو گزرتے وقت کی حکمرانی اسے دھیرے دھیرے کم کرتی جاتی ہے۔ غم دل میں چھپ کر بیٹھ جاتا ہے اور لوگ سمجھتے ہیں غم ختم ہو گیا۔ رانیہ نے بھی خود کو ایک بار پھر سنبھال لیا تھا۔ اب وہ اکیلے میں روتی تھی سب کے سامنے خود پر ضبط کے پہرے بٹھائے رکھتی تھی۔ مجید ماموں کی اس کے پاس آ کر رہ جاتیں دو ہفتے رضیہ بیگم کو رخصت ہوئے بھی گزر گئے تھے۔

ٹرن۔۔۔۔۔ ٹرن۔۔۔۔۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تو رانیہ نے اٹھ کر ریسپور اٹھالیا۔  
ہیلو!

رانیہ۔۔۔۔۔!

جی! میں ماموں کی مہی بات کر رہی ہوں۔۔۔ دوسری جانب سلسی بیگم بول رہیں تھیں۔

www.urdu novelsmania.com

السلام و علیکم آنٹی!

و علیکم السلام! کیسی ہو؟

جی ٹھیک ہوں۔۔

ماموں تمہاری طرف تو نہیں آیا ہوا؟

جی نہیں۔

ہوں یہ بتاؤ اب تمہارے کیا ارادے ہیں؟  
میں سمجھی نہیں آئی۔

تو میں تمہیں سمجھا دیتی ہوں، سنو لڑکی میرے بیٹے کا پیچھا چھوڑ دو اسے تمہارے سوا کچھ سوچتا ہی نہیں ہے، میں تم جیسی لڑکی کو اپنی بہو نہیں بنا سکتی۔ ایک عزت ہی تو ہوتی ہے لڑکی کے پاس تمہارے پاس تو وہ بھی نہیں ہے۔ مجھے کوئی شوق نہیں زمانے بھر میں بدنام ہونے والی لڑکی کو اپنے گھر کی زینت بنانے کا۔ میرے بیٹے کو اپنی محبت کے جال میں چھنسا کر تم کیا سمجھتی ہو۔  
میں کچھ نہیں سمجھتی، اپنے بیٹے کو سنبھال کر رکھیں اپنے پاس۔ رانیہ نے غصے سے ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا اور ریسیور پٹ دیا۔ انسٹیشن پر رخسانہ مجید ان کی گفتگو سن چکی تھیں اور دل ہی دل میں خوش ہو رہی تھیں کہ ان کا کام آسان ہو رہا ہے۔

رانیہ بیٹی اب میں چلتی ہوں گھر میں سو کام ہیں کرنے والے۔ رخسانہ مجید نے کمرے میں آ کر پیار سے کہا۔

ٹھیک ہے ممانی! آپ جائیں، آپ بھی کب تک میری میری وجہ سے اپنا گھر بار چھوڑ کے یہاں بیٹھی رہیں گی۔ رانیہ مدھم آواز میں کہا۔

کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دینا۔ اب تو تم مامون کی بیوی ہو۔ یہ پابندی نہ ہوتی تو میں تمہیں اپنے گھر لے جاتی، اب۔ تو مامون ہی تمہارا زمیندار اور سرپرست ہے اس چائے کہ تمہیں رخصت کرا کے لے جائے یوں بھی تمہارا اکیلے رہنا ٹھیک نہیں ہے لوگ الگ الگ سیدھی باتیں بناتے ہیں۔ اچھا اپنا

خیال رکھنا میں پھر آؤں گی۔ خدا حافظ۔ رخصانہ مجید اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر ملائمت سے بولیں اور وہاں سے چلی گئیں۔ رانیہ گم صم سی بیٹھی سلیبی بیگم کی باتوں ہر کڑھ رہی تھی۔ رانیہ۔۔۔۔۔! مامون کی آواز پر اس نے چونک کر سر اٹھا کے دیکھا۔ دروازہ کیوں کھلا تھا؟

ممافی ابھی واپس گئی ہیں اپنے گھر۔ رانیہ نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔  
توان کے جانے کے بعد تمہیں دروازہ بند کر دینا چاہیے تھا۔  
ہاں مجھے دروازہ بند کر دینا چاہیے اب۔ وہ معنی خیر: جملہ بولی۔

کیا بات ہے کوئی نیا شک پہنچا ہے بہت دکھی لگ رہی ہو۔ مامون اس کے چہرے سے اس کی کیفیت و حالت محسوس کرتے ہوئے بے چینی سے پوچھ رہا تھا۔ اس نے نہایت بے مروتی سے جواب دیا۔  
آپ میرے دکھوں کی فکر مت کیجیے۔۔۔۔۔ فرمائیے کیسے آنا ہوا؟  
تم مجھ سے اجنبی کی طرح کیوں بات کر رہی ہو اس قدر غیریت کیوں ہے تمہارے لہجے میں؟ وہ بے قرار ہو کر سوال کر رہا تھا۔

اپنا سیت کا کوئی تعلق، کوئی رشتہ ہمارے بیچ بنا ہی کب تھا؟

میری طرف سے تو شروع دن سے یہ رشتہ تھا تمہیں محسوس نہیں ہو تو اب ہو جائے گا تم میری بیوی ہو، شوہر ہوں، میں۔ تمہارا۔ ماومن نے اس کے صاف ستھرے مگر افسردہ چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

یہ مجبوری کا رشتہ ہے اور مجبوری کے رشتے بہت ناپائیدار ہوتے ہیں مسٹر مامون۔

رانیہ نے کھڑے ہو کر کہا اس کا یہ جملہ، یہ لہجہ، ہر انداز مامون کو دکھ سے دوچار کر رہا تھا مگر وہ ضبط پر ضبط کیے جا رہا تھا۔

میں تمہیں اس رشتے کی پائیداری ثابت کر کے دکھاؤں گا ان شاء اللہ یہ رکھو شاید کبھی تمہارے کام آسکیں۔ مامون نے سنجیدہ مگر پر یقین لہجے میں کہا اور اپنے ہاتھ میں پکڑا ایک خاکی لفافہ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

کیا ہے اس میں؟

ہماری تقریب کی تصاویر اور نکاح نامے کی فوٹو کاپیاں ہیں۔ اصل نکاح نامہ میرے پاس ہے کیونکہ تم سے کچھ بھی بعید نہیں ہے غصے میں آ کر نکاح نامہ ہی پھاڑ ڈالا تو میں تو بے موت مارا جاؤں گا نا، تمہیں اپنے ساتھ رکھنے کا ثبوت بھی اپنے پاس رکھنا ضروری ہے۔ مامون نے مسکراتے ہوئے کہا تو رانیہ نے نفرت سے لفافہ بیڈ پر پھینک دیا۔ مامون کو بہت دکھ پہنچا تھا اس کی اس حرکت سے۔ یہ تمہاری امانت تھی میرے پاس اسے سنبھال کر رکھنا۔ مامون نے ایک نیلے رنگ کی فائل اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

اب یہ کیا ہے؟ وہ فائل لے کر بد تمیزی سے پوچھ رہی تھی۔

اس گھر کے کاغذات ہیں جو خالہ نے تمہارے نام کر دیا تھا۔ خالہ جان کی وصیت کی کاپی بھی اس میں موجود ہے اور جنرل سٹور میں نے ان کی وصیت کے مطابق فروخت کر دیا ہے اور اس کی تمام رقم

تمہارے بینک اکاؤنٹ میں جمع کروادی ہے۔ تم چاہو تو بینک جا کر تصدیق کر سکتی ہو اس میں رجسٹری اور رسیدیں بھی موجود ہیں دیکھ لو۔

آپ نے یہ پراپرٹی اپنے نام کون نہیں کروائی؟ وہ شک بھرے لہجے میں بولی۔

میں یہ بے ایمانی کیوں کرتا بھی، میرا تمہاری پراپرٹی پر کوئی حق نہیں ہے۔ میرا حق صرف تم ہے رانیہ۔ مامون نے نرمی سے کہتے ہوئے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھے جو اس نے نفرت سے جھٹک سنیے۔ مجھ پر بھی آپ کا کوئی حق نہیں ہے اگر آپ کو یہ پراپرٹی چاہئے تو لے لیں اور جان چھوڑ دیان میری۔ کیسے چھوڑ دوں تمہاری جان! تم میری جان ہو۔ بیوی ہو میری، ذمے دار ہوں میں اب تمہارا۔ وہ اب بھی پیار سے سمجھا رہا تھا۔

تم صرف میری ذلت و رسوائی اور جگ ہنسائی کے ذمے دار ہو تم میرے اماں ابا کی موت کے ذمے دار ہو۔ تم قاتل ہو میرے ماں باپ کے تم نے میری بے رخی اور انکار کا بدلہ لیا ہے نا، مجھے اس طرح سے رسوا اور اکیلا کر کے۔ بہت گھٹیا انسان ہو تم، وہ نفرت اور غصے سے چیخ کر بول رہی تھی اور مامون کی دھجیاں بکھیر رہی تھی۔ اس نے بمشکل دیوار کا سہارا لے کر خود کو گرانے سے بچا یا تھا۔ کتنی دیر تک وہ صدمے اور دکھ کے باعث کچھ بول ہی نہ سکا پھر بولا تو لہجہ نہایت نرم تھا۔

تم ہمیشہ مجھ سے نالاں رہی ہو کیوں؟ میں نہیں جانتا لیکن رانیہ علی تم سے اتنا ضرور رکھوں گا کہ تم بدگمانی کے کوہ ہمالیہ پر کھڑی ہو جہاں سے تمہیں میری ذات بہت چھوٹی اور حقیر دکھائی دے رہی ہے۔

ٹھیک ہے تم مجھ سے نفرت کرو نہ رہو میرے ساتھ لیکن تمہاری ماں نے مرتے وقت مجھ سے منت کی تھی کہ مامون بیٹا رانیہ بہت جذباتی اور نادان لڑکی ہے اس کی کسی نادانی کی وجہ سے نکاح کا یہ بندھن

کبھی مت توڑنا۔ یہ ان کی ان وصیت اور محبت کا تقاضہ ہے رانیہ مامون ضیاء کہ میں۔ تمہیاں اس رشتے سے جوڑے رکھوں میں تمہیں اس بندھن سے کبھی آزاد نہیں کروں گا۔ ہاں اگر تمہیں آزادی چاہیے تو پھر میری موت کی دعا کرو، چونکہ موت ہی اب اس بندھن سے تمہیں رہائی دلا سکتی ہے۔ مامون نے اپنی بات مکمل کی اور بہز سے امجد ہاؤس کی دہلیز عبور کر گیا۔

مامون کو رانیہ کے رویے جملے اور لہجے نے اس کی نفرت نے اندر سے چنچا چور کر دیا تھا وہ بہت رویا تھا گھر جا کر رب سے اپنی محبت کی بھیگ مانگی تھی۔ درد اتنا تھا کہ وہ ہفتہ بھر بیمار پڑا رہا۔ آفس میں اس کی ذہانت صلاحیت اور قابلیت کے سبب جاب پکی ہو چکی تھی اس لئے اسے بیماری کی حالت میں چھٹی بھی باسانی مل سکتی تھی مگر وہ آدھے دن کے لیے آفس جاتا رہا۔ رانیہ کی طرف جانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی پھر جب بخار اتر گیا طبیعت سنبھل گئی تو وہ نفرت میں ڈوبے لفظوں کی مار کھانے کے لئے پھر سے امجد ہاؤس کی طرف چل دیا، لیکن وہاں پہنچ کر اسے ایک اور صدمہ سے دوچار ہونا پڑا، رانیہ امجد ہاؤس دو سال کے لیے کرائے پر دے کر شہر چھوڑ کر جا چکی تھی۔ کہاں یہ کسی کو معلوم نہیں تھا حتیٰ کہ کرائے داروں کو بھی معلوم نہیں تھا کیونکہ دو سال کی پیشگی رقم کی ادائیگی انہوں نے کسی وکیل کے ذریعے معاہدے کے تحت کر دی تھی۔ مامون گرنتا پڑتا مجید ماموں کے گھر پہنچا تو انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔ وہ خود بھی رانیہ کے اس طرح اچانک بن بتانے گھر سے اور شہر چھوڑ کر چلے جانے پر خاصے پریشان تھے۔

میں برس کی لڑکی پہ اس کے اپنے ہی گھر میں زمین تنگ کر دی گئی تھی۔ وہ بے چاری کیوں نہ یہ س سے جاتی اور مامون بیٹا تم نے بھی اسے اکیلا چھوڑ دیا یہاں تمہارا اپنا گھر ہے تم اسے وہاں لے جاتے، ہر کوئی اسے الزام دے رہا تھا۔ اب تمہاری ماں نے بھی کم باتیں تو نہیں سنائیں تھیں اسے، مجھے لگتا ہے کہ رانیہ انہی کی انہی باتوں سے دل برداشتہ ہو کر یہاں چلی گئی ہے۔

رخسانہ مجید نے ہمدردانہ اور تاسف زدہ لہجے میں کہا تو مامون نے حیرت اور بے چینی سے پوچھا۔  
ممی نے رانیہ سے کیا کہا تھا۔

بیٹا میں اپنی کانوں سے ان کا فون سناتا تھا، مجھے تو کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے، چھوڑ بیٹا! ناحق میری سچی بات سے تمہارے گھر میں بد مزگی ہوگی اور ہمارے تعلقات خراب ہوں گے۔  
رخسانہ مجید نے چالاکی سے بات گول کر دی تاکہ وہ اصرار کر کے پوچھے۔

آئی! آپ کا نام نہیں لوں گا میں کسی سے، پلیز مجھے بتائیے ممی نے رانیہ سے کیا کہا تھا؟ ۹۹۹۔ وہ بے چینی سے پوچھ رہا تھا۔  
www.urdu novelsmania.com

بیٹا! سلمیٰ بیگم نے توجہ کر دی تھی کہ رہی تھیں کہ میرے بیٹے کا پیچھا چھوڑ دو، میں تم جیسی بدنام اور بدکردار لڑکی کو کبھی اپنی بہو نہیں بناؤں گی۔ تم نے مامون کو اپنی محبت کے جال میں پھنسا دیا ہے اسے آزاد کر دو اس کی زندگی سے دور چلی جاؤ ورنہ پھٹتاؤ گی۔ رخسانہ مجید نے کچھ باتیں اپنے پاس سے بھی لگا کر اسے بتا دی تھیں۔

میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مئی اس قدر فضول باتیں کہہ بھی سکتی ہیں۔ مامون نے دوہرے صدمے سے دوچار ہوتے ہوئے کہا۔

بیٹا! کیا تم نے انہیں اپنے اور رانیہ کے نکاح کے متعلق کچھ بتایا؟ مجید ماموں نے پوچھا۔

میں نے ڈیڈی کو نکاح سے پہلے اعتماد میں لے لیا تھا، انہیں کوئی اعتراض نہیں میرے رانیہ سے نکاح پر وہ تو میری خوشی میں خوش تھے۔ انہوں مجھے منع کیا تھا کہ میمی کو فی الحال اس نکاح کے متعلق نہ بتاؤں وہ خود ہی انہیں موقع دیکھ کر بتائیں گے۔ پتہ نہیں انوں نے میمی کو اب تک بتایا بھی ہے کہ نہیں۔ رانیہ میمی کی وجہ سے گھر چھوڑ گئی ہے مائی گاڈ ماموں نے دکھ سے کہتے ہوئے اپنا سر پکڑ لیا۔

کیا خبر بیٹا! وہ واقعی کسی اور میں انٹر سٹڈ ہو جیسی تمہیں اتنی آسانی سے چھوڑ گئی ورنہ اتنی بدنامی کے بعد بھی اسے ایک معزز اور شریف شخص کی بیوی بننے پر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرنا چاہیے تھا اور تمہارے ساتھ نخوشی رہنا چاہیے تھا۔ رخسانہ مجید نے سنجیدگی سے کہا تو شبانہ نے بھی اپنی موجودگی کا احساس دلاتے ہوئے کہا۔

اور امی! رانیہ کے ہمسائے بتا رہے تھے کہ وہ کسی نوجوان کے ساتھ لمبی سی گاڑی میں بیٹھ کر گئی ہے پتہ نہیں وہ کون تھا، اب تو محلے والے رانیہ کو اور زیادہ برا کہہ رہے ہیں۔ کہ ماں باپ کے مرتے ہی اسے اپنی آوارگیوں کے لیے عیاشیوں کے لیے آزادی مل گئی تھی جبھی تو اپنے کسی ی آشنا کے ساتھ چلی گئی تو بہ توبہ۔۔۔۔۔۔۔۔

میں چلتا ہوں۔ مامون سے مزید برداشت نہ ہوا تو اٹھ کھڑا ہوا اور پھر ان کے لاکھ روکنے سے بھی نہ رکا۔

تین دن بعد مامون کو ایک لفافہ ڈاک کے ذریعے موصول ہوا اس نے لفافہ کھول کر دیکھا تو اس میں رانیہ کی تین تصویریں بھی موجود تھیں اس کے ساتھ نجانے کون لڑکے تھے۔ بہت ہی بے ہودہ پوز میں لکھنی گئی تھیں یہ تصاویر، مامون کا پورا بدن آگ کی طرح سلگنے لگا تھا۔ وہ بہت غور سے چاروں تصویروں کو دیکھ رہا تھا کہ اچانک چونک گیا اور پھر ایک ایک کر کے ساری تصویریں دیکھنے کے بعد اسے بے اختیار ہنسی آئی۔ رخسانہ مجید نے رانیہ کی کالج کے فینسی ڈریس شو میں دلن کاروپ دھارنے والی جو تصویر بیگم صغیر کو دکھائی تھی وہی تصویر مامون رانیہ کے کمرے میں اس کے البم میں بھی دیکھ چکا تھا اور تصویر کے پیچھے لکھی تحریر بھی اس نے پڑھی تھی وہی تصویر ان تصویروں میں موجود تھی۔ جس سے مامون کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ ضرور کسی کی شرارت ہے اور باقی تصویریں بھی جعلی ہیں اس نے وہ تصویریں چولے پر رکھ کر جلا دیں۔

رانیہ کہاں چلی گئی ہو تم میری محبت سازشوں کی زد میں ہے کون کر رہا ہے یہ میرے ساتھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجھے تم سے بدگمان کرنے کی پلاننگ کس کی ہو سکتی ہے؟ کیا ممی؟ وہ تو یہ سب نہیں کر رہیں! وہ بے چین و بے قراری سے خود سے سوال کر رہا تھا۔

[www.urduworld.com](http://www.urduworld.com)

رخسانہ آنٹی! نہیں، پھر کون ہو سکتا ہے؟ مجھے ممی سے بات کرنی چاہیے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ سلمیٰ بیگم کا فون آگیا۔ آسلام و علیکم ممی! مامون نے اپنا موبائل آن کر کے کان سے لگایا۔

وعلیکم السلام کہاں ہو تم؟

گھر پر ہی ہوں۔

رانیہ کے گھر پر؟ سلمیٰ بیگم کا لہجہ چبھتا ہوتا تھا۔

جی نہیں اپنی گھر پر ہوں۔ آپ کی طبیعت کیسی ہے می؟

ٹھیک ہے میری طبیعت اور یہ تم نے کیا حرکت کی ہے چوری چھپے رانیہ سے نکاح کر لیا اور مجھے اب تمہارے ڈیڈی نے بتایا ہے۔ وہ آنکھ سے بولیں۔

کیونکہ اس وقت ہمیں معلوم تھا کہ آپ انکار کر دیں گی نہیں مانیں گی۔ وہ افسردگی سے بولا تو انہوں نے غصیلے لہجے میں کہا

مانوں گی تو میں اب بھی نہیں، میں اس آوارہ لڑکی کو اپنے گھر میں قدم بھی نہیں رکھنے دوں گی۔ سنا تم نے فوراً سے پہلے اسے طلاق دے دو۔

سوری می میں آپ کی یہ خواہش پوری نہیں کر سکتا اور آپ نے رانیہ کو فون کیا تھا ناں می۔ اس نے شکانت کی ہوگی۔ سلمی بیگم نے کہا۔

Typingby: -AshKhann

اس نے تو کچھ بھی نہیں کہا اور اپنا گھر اور شہر چھوڑ کر نجانے کہاں چلی گئی ہے آپ خوش ہو جائیے می، رانیہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی ہے یہی چاہتی تھیں ناں آپ؟ مامون نے دکھی لہجے میں کہا۔

وہ ایسے کیسے جاسکتی ہے؟ سلمی بیگم نے سکون کا سانس لے کر پوچھا۔ وہ چلی گئی ہے اور کسی کو کچھ معلوم نہیں ہے کہ کہاں گئی ہے؟

تو اب تم اسی بات سے اندازہ لگا لو کہ وہ کس کردار کی مالک ہے، اس کا ضرور کسی سے معاشقی چل رہا ہو گا ماں باپ کے مرتے ہی اسے کھلی آزادی مل گئی اور وہ بھاگ گئی اپنے آشنا کے ساتھ۔ اسے تو یہ بھی خیال نہیں آیا ہو گا کہ اس کا نکاح ہو چکا ہے اور وہ اب کسی کی امانت ہے تم تو اس کی محبت

میان دھے ہو گئے ہو سارا شہر جو کہہ رہا ہے وہ کیا پاگل ہے۔ اگر رانیہ کو تم سے محبت ہوتی، اسے رشتے کی قدر ہوتی لحاظ ہوتا تو وہ یوں تم سے چوری چھپے گھر اور شہر چھوڑ کر کبھی نہیں جاتی، صاف ظاہر ہے کہ وہ کسی کو پسند کرتی تھی تم سے جھوٹی محبت کا کھیل کھیلا تھا اس نے۔ سلمی بیگم نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

اس نے مجھ سے کوئی محبت کا کھیل نہیں کھیلا بلکہ وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے می  
نفرت؟

جی ہاں ممی! رانیہ آپ کے اس شاندار اور ڈیشنگ بیٹے سے شدید نفرت کرتی تھی۔ وہ کانپتی آوازیں بولا۔

اور تم پھر بھی اس کے لیے مرے جا رہے ہو۔  
ہاں میں رانیہ رانیہ کے لیے مر سکتا ہوں۔ لیکن کسی اور لڑکی کے لیے ہاں کبھی نہیں کر سکتا۔ وہ بدکردار  
نہیں۔ ہے مئی وہ بہت باکردار ہے بہت باحیالڑکی ہے وہ، بس میرے متعلق غلط فہمی اور بدگمانی میں  
مبتلا ہے۔ مامون نے بے بسی اور دکھ سے بھیگتی آواز میں کہا۔

رانیہ تم سے نفرت کرتی ہے اس کا مطلب وہ کسی اور سے محبت کرتی ہے تم سے چھٹکارا چاہتی ہے  
اور تم۔۔۔۔۔۔۔

پلیز ممی، بس کھجئے۔ وہ ٹپ کر بولا اپنی محبت کی نفرت اس کی روح تک کو گھائل کر رہی تھی۔  
 مون میرے چاند، بیٹا بھول جاؤ اسے تمہارے لیے ایک سے ایک اچھی لڑکی مل جائے گی۔ سلسلی بیگم  
 نے قدرے نرمی اور محبت سے کہا۔

مگر مجھے تو صرف ایک ہی اچھی لڑکی چاہیے اور وہ ہے رانیہ۔۔

وہ اچھی لڑکی نہیں۔ ہے۔ سلمیٰ بیگم نے کہا لہجہ غصہ اور تیز تھا۔ مامون نے ٹپ کر موبائل آف کر دیا۔

کیا یہ سب لوگ صحیح کہہ رہے ہیں؟ کیا رانیہ واقعی بری لڑکی ہے، کیا وہ کسی اور کو چاہتی ہے اور اسی کے ساتھ گئی ہے، مجھ سے نکاح کے باوجود کسی اور سے کے ساتھ چلی گئی۔۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔۔ میری محبت اتنی بری نہیں ہو سکتی، نہیں ہے وہ بدکردار۔۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔۔ مامون خود سے سوال جواب کرتا بچوں۔ کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔

[illegible]

Typingby:-ashKann

رانہہ شہر چھوڑ کر اپنی پرنسپل فرحت نسیم کی بہن مدحت نسیم کے پاس اسلام آباد آ گئی تھی۔

وہیں وہ ان کی انیکسی میں پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے رہنے لگی اور ساتھ ہی ان کے سکول میں جاب بھی شروع کر دی تھی۔ فرحت نسیم نے مدحت نسیم کو رانیہ کی دکھ بھری کہانی سنا دی تھی۔ اس کے لیے انہیں، رانیہ سے دلی ہمدردی تھی وہ اسے چھوٹی بہنوں کی طرح سمجھتی تھیں۔ رانیہ نے زندگی کے سکھوں اور غموں کو بھلانے کے لیے اپنی تعلیم بھی ساتھ ساتھ جاری رکھتے ہوئے بی ایڈ اور ایم اے کا امتحان پاس کر لیا تھا۔ اس کی تنخواہیں اضافہ بھی ہو گیا تھا۔ دوماہ پہلے اسے مدحت نسیم کی انیکسی سے فلیٹ میں شفٹ ہونا پڑا تھا۔ کیونکہ مدحت نسیم کے دیور اپنی بیوی بچوں کے ساتھ وہاں رہنے کے لیے آ گئے تھے۔ فلیٹ کا چھ ماہ کا کرایا، رانیہ نے ایڈوانس دے دیا تھا۔ امجد ہاؤس کا کرایا بھی وہ اب فلیٹ کے کرائے میں دینے کے لیے استعمال کر رہی تھی ورنہ اب تک وہ رقم بینک اکاؤنٹ میں جمع تھی۔ آس پاس کے فلیٹوں میں رہنے والوں۔ سے رانیہ کی بس سکول آتے جاتے ہی راستے میں سلام دعا ہوتی تھی۔ اسی لیے اسے ان لوگوں کے مزاج علم نہیں ہو سکا تھا کہ وہ لوگ کیسے ہیں؟ البتہ ان لوگوں کو تجسس ضرور رہتا تھا کہ یہ حسین و جمیل لڑکی کون ہے اور یہاں کیلی کیوں رہتی ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟ کیوں آئی ہے؟ وغیرہ وغیرہ

رانیہ خود کو لاکھ مصروف کر لیا تھا لیکن مامون ضیاء اسے بھولا نہیں تھا۔ جس طرح مامون کو اس کے ساتھ بیتا ہر لمحہ یاد تھا اسی طرح وہ ان لمحوں کو فراموش نہیں کر پاتی تھی۔ رات کو جب سونے کے لیے لیٹی مامون آنکھوں میں نیند کی جگہ آ بستا اور اسے حیرت ہوتی تھی اپنے آپ پر کہ اب اسے مامون سے پہلے کی طرح کی نفرت نہیں ہوتی تھی شاید گزرے وقت نے اس کا غصہ ٹھنڈا کر دیا تھا۔ وہ اکثر سوچا کرتی تھی کہ نجانے اس کے وہاں۔ سے چلے آنے کے بعد مامون نے کیا سوچا ہو گا اس کے بارے

میں؟ اس کے دل پر کیا بیٹی ہوگی؟ کیا آس نے اسے تلاش کیا ہوگا؟ کیا مامون اب تک اس کی محبت میں تنہائی کا عذاب جھیل رہا ہوگا یا اس نے گھر بسا لیا ہوگا۔

[illegible]

کاش! میں تیرے حسین ہاتھ کا کنگن ہوتا۔!

مامون کی پیار بھری شریر اور شوخ جساتیں اسے یاد آتیں تو جانے کیوں اس کے اندر اداسیوں کے قافلے اترنے لگتے۔

[illegible]

مدحت نسیم اسے بارہا مامون سے رابطے کے لیے کہہ چکی تھیں۔ اسے سمجھ اچکی تھیں کہ مامون اس سے سچی محبت کرتا ہے مگر وہ اسے خود چھوڑ کر آئی تھی اب خود سے رابطہ کرنا اسے گوارہ نہ تھا اور وہ اس کو مجرم سمجھتی تھی اپنی سیرت و کردار کا، وہ بھلا اسے کیسے معاف کر دیتی۔ تینس برس کی ہوئی تھی اور

پوری عمر کاٹنا اکیلی لڑکی کے بس کی بات نہیں تھی۔ مدحت نسیم اسے سمجھاتی تھیں جب سے وہ فلیٹ میں شفٹ ہوئی تھی تب سے ان کی نصیحتیں زور پکڑتی جا رہی تھیں، انہیں رانیہ کے اکیلے رہنے کی وجہ سے ہر وقت اس کی فکر لگی رہتی تھی۔ ایک دن رانیہ اسکول کے لیے فلیٹ سے باہر نکلی تو ایک آوارہ مزاج لڑکے نے اس کا راستہ روک لیا۔

یہ صبح سویرے بن ٹھن کر کہاں جاتی ہو؟ لڑکے نے جراثیت سے پوچھا۔

تم سے مطلب! رانیہ نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پا کر سختی سے کہا  
مطلب پورا کرو تو ابھی بتا دوں سنا ہے اکیلی رہتی ہو۔۔۔ تنہا ہو۔۔۔ کہو تو میں آجایا کروں رات کو تمہاری تنہائی دور ہو جائے گی اور میری بے قراری بولو منظور ہے۔ اس لڑکے نے کمنگی سے کہا اس کی آنکھوں میں شیطانیٹ ٹپک رہی تھی۔ رانیہ کو پہلی بار ایسی صورت حال کا واسطہ پڑا تھا اس کے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔

اپنے لئے اپنی جیسی آوارہ اور بے جیا لڑکی تلاش کرو، ہٹو میرے راستے سے۔ وہ غصے سے بولتی اسے دھکا دے کر تیزی سے آگے بڑھ گئی وہ لڑکا کمنگی سے قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

رانیہ کو اس رونا آ رہا تھا مگر ضبط کرتی ہوئی جیسے تیسے اسکول پہنچ گئی۔ مدحت نسیم نے اسے وائس پرنسپل بنا دیا تھا۔ وہ سیدھی مدحت نسیم کے آفس میں آگئی تھی۔ مدحت نسیم ابھی ابھی پہنچی تھیں۔ اس کے حواس باختہ صورت دیکھ کر فکر مندی سے اس کی طرف بڑھیں۔

کیا ہوا رانیہ؟؟ رانیہ نے روتے ہوئے ساری بات بتا دی۔ انہیں بہت افسوس ہوا تھا سن کر۔

کتنی بار سمجھا چکی ہوں تمہیں کہ عورت کو اس معاشرے میں مرد کے بغیر تحفظ حاصل نہیں ہے اکیلی لڑکی یا عورت کا جینا حرام کر دیتے ہیں یہ لوگ تم انیکسی میں رہ کر رہی تھیں میرے ساتھ باہر آتی جاتی تھی۔ اس لئے کبھی عدم تحفظ کا احساس نہیں ہوا۔ اب تم اکیلی رہ رہی ہو، اکیلے باہر آتی جاتی ہو تو دیکھ لیا تم نے اس معاشرے کے مردوں کا رویہ۔۔۔۔۔ تم تو ایک جھٹکے میں ڈھیر ہونے لگیں اور لڑکا بھلا اتنی آسانی تمہارا پیچھا چھوڑ دے گا۔؟ اسے پتا ہے کہ تم اکیلی ہو لہذا وہ تمہیں پریشان ضرور کرے گا۔ مدحت نسیم نے سنجیدگی سے کہا۔

آپی میں کیا کروں اب؟؟  
اپنے شوہر سے رابطہ کرو

یہ مجھ سے نہیں ہوگا اور وہ تو جیسے ان تین برسوں کی بے رخی اور لاتعلقی بھلا دیں گے نا۔۔۔۔۔ وہ بھی مجھے اوروں کی طرح برا ہی کہتے اور سمجھتے ہونگے اور انہوں نے مجھے حاصل کرنے کے لیے جو کچھ کیا۔ وہ بھیگتے لہجے میں بولی۔

اس کے لیے مامون ضیاء کو معف کر دو۔ کیونکہ محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔ اول تو مجھے نہیں لگتا کہ مامون ضیاء نے اپنی محبت کو بدنام کیا ہو تم واپس چلی جاؤ رانیہ اس سے پہلے کہ دیر ہو جائے۔ مدحت نسیم نے اسے نرمی سے سمجھایا۔

آپی! میں اس شخص سے تحفظ اور ساتھ کی بھیگ نہیں مانگ سکتی۔ رانیہ یہ کہہ کر اپنے آنسو پونچھتی ہوئی اٹھ کر آفس سے باہر چلی گئی۔

اب مجھے ہی کچھ کرنا پڑے گا ورنہ یہ لڑکی سمجھ اس معاشرے کا کھلونا بن جائے گی۔ تنہا ہو جانگی ہمیشہ کے لیے۔ مدحت نسیم نے خود کلامی کرتے ہوئے کہا اور پرس کھول کر ڈائری میں۔ کچھ تلاش کرنے لگیں۔

اگلے روز رانیہ اسکول میں اپنی کلاس کو پڑھا تھی تھی جب چپڑاسی نے اسے اطلاع دی کہ پرسپل صاحبہ اسے آفس میں بلا رہی ہیں۔ بریک ٹائم ہونے والا تھا وہ کلاس کو پڑھنے کی تاکید کر کے پرسپل مدحت نسیم کے آفس کی طرف چل ہی آئی وہ اسے آفس کے باہر ٹہلتی مل گئیں۔

خیریت آپنی! آپ نے پہلے تو مجھے اس طرح نہیں بلوایا؟ رانیہ نے ان کے قریب پہنچ کر فکرمندی سے استفسار کیا۔

رانیہ! تمہارے مہمان میرے آفس میں بیٹھے ہیں ان سے جا کر مل لو میں ذرا اسکول کا راؤنڈ لگا آؤں اور سنو رانیہ دوبارہ کوئی نادانی مت کرنا بیسٹ آف لک جاؤ شاہاش۔ مدحت نسیم نے نرمی سے کہا اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے آفس میں جانے کا اشارہ کیا وہ نا سمجھی کے عالم میں۔ دیکھتی ہوئی حیران حیران سی آفس میں داخل ہو گئی۔ دائیں جانب مہمان کو بیٹھانے کا اہتمام صوفہ سیٹ رکھا ہوا تھا۔ رانیہ لے دیکھا ایک شخص اخبار اپنے سامنے پھیلائے بیٹھا تھا۔

کون ہے یہ؟ رانیہ نے خود سے سوال کیا۔ السلام و علیکم! رانیہ نے آگے بڑھتے ہوئے سلام کیا تو اس شخص نے فوراً اخبار اپنے چہرے کے سامنے سے ہٹا دیا۔ رانیہ کی نگاہوں کے سامنے جو چاند چہرہ تھا وہ اس کے وجود میں اپنی چاندنی میکانیک پھیلاتا چلا گیا۔

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! وہ خوشگوار لہجے میں جواب دیتا اٹھ کر اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔

مامون! رانیہ کے یا قوتی لب واہوئے۔

جی مسسز مامون! شہر کی خاک چھانی تھی، آج کل یہاں بسیرا تھا۔ فضا میں تمہاری سانسوں کی خوشبو محسوس ہو رہی تھی اور بالآخر ایک مہربان کے وسیلے سے تم تک پہنچ ہی گئیاں۔

ڈھونڈ لیا ناں۔ میں نے تمہیں۔ مامون ضیاء مجسم آنکھ بنا اسے دیکھتے ہوئے بہت نرم اور مسرور لہجے میں کہہ رہا تھا۔ رانیہ کی آنکھوں میں حیرت تھی زبان لنگ تھی، وہ بس اسے دیکھ کر جا رہی تھی جو آج بھی یوسف ثانی تھا، ہاں البتہ پہلے سے کچھ کمزور دکھائی دے رہا تھا۔ اس کا لہجہ آج بھی نرم اور محبت سے پُر تھا جبکہ رانیہ سوچ رہی تھی کہ مامون ضیاء کو تین سال کی جدائی پر غصہ ہونا چاہیے تھا اور وہ اس کے خاموشی سے چھوڑ کر چلے جانے پر اتنے پیار سے مخاطب کر رہا تھا۔ یکایک مامون کا ہاتھ اٹھا اور رانیہ سمجھی کہ وہ پیٹھ مارنے لگا ہے، اس خوف سے آنکھیں میچ لیں اور اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب مامون۔ کا ہاتھ اس کے دائیں رخسار پر نرمی سے آکر ٹھہر گیا۔ رانیہ نے ایک عجیب سی تازگی اپنے اندر اترتی محسوس کی اور آنکھیں کھول کر اس کے چہرے کو دیکھا وہ محبت بھری شکانت کر رہا تھا۔

www.urdu novels mania.com

کیوں کیا تم نے مجھ پر یہ ظلم؟

ہم تو مجبور وفا ہیں مگر اے جان جہاں

اپنے عشاق سے ایسے بھی کوئی کرتا ہے؟

رانیہ کے پاس کہنے کو کچھ بھی نہیں تھا حتیٰ کہ وہ شدید نفرت اور بدگمانی جس کے سبب وہ اسے خاموشی سے چھوڑ آئی تھی وہ بھی کہیں نہیں تھی۔ وہ جانے کے لیے مڑی تو مامون نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

اب کہاں جا رہی ہو؟

میں اپنی کلاس لینے جا رہی ہوں۔ مری مری سی آواز اس کے حلق سے نکلی۔

حالانکہ کلاس تو مجھے تمہاری لینی چاہیے۔ مامون۔ کا معنی خیز جملہ اسے شرمندہ سا کر گیا وہ روبرو ہو کر

سجیدہ اور سپاٹ لہجے میں بولی

ٹھیک ہے، تولیں میری کلاس۔

جواب میں مامون نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے ہالے میں لے کر اس کی پیشانی پر اپنی محبت کی مہر

ثبت کر دی۔

مامون! وہ ٹپ کر بولی اور اس کے ہاتھوں کو پکڑ کر ہٹایا۔ وہ اس کی محبتوں پر حیران تھی جو اس کی شدید

نفرت اور تین سال کی بے رخی اور لاتعلقی کے باوجود اس پر یوں اپنی محبت کے پھول پنچا اور کر رہا تھا

۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ وہ تین برس بیچ میں آئے ہی جہ ہوں اور وہ رانیہ کی نفرت سے آگاہ ہی نہ ہو۔

یہ کیسی محبت تھی اسے رانیہ سے؟؟

میں تو تمہاری زبان سے اپنا نام سننے کو ترس گیا تھا۔ آج تم نے میرا نام لیا ہے تو مجھے احساس ہوا ہے

کہ میں ابھی زندہ ہوں۔ مامون نے خوشی سے مسگراتے ہوئے کہا اور اس کے ہونٹوں کو نرمی سے

چھوا

پلیز آپ جائیں یہاں سے یہ اسکول ہے آپ کا بیڈروم نہیں ہے۔ وہ سٹپٹا کر بولی تو اس نے اس کی

کیفیت و حالت سے محفوظ ہوتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے پھر میں تم سے بیڈروم میں ہی ملوں گا شام چار بجے تم سے تمہارے گھر پر ملاقات ہوگی۔

! \_ \_ \_ \_ \_

ہاں تمہارا گھر میں دیکھ چکا ہوں ٹھیک چار بجے آؤں گا اوکے بائے۔ مامون نے اس کی حیرانگی دور کرتے ہوئے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور اس کا گال تھپتھا کر وہاں سے چلا گیا اور وہ اپنا دل تھام کر وہیں صوفے پر ڈھے سی گئی۔ اس کا رواں رواں مامون کے محبت بھرے لمس کی حدت و حرارت سے جل رہا تھا۔ دل کی کیفیت بہت عجیب ہو رہی تھی۔ وہ اس سے کچھ کہنے سننے کی حالت میں نہیں تھی سو اس سے بچنے کے لیے اسکول کے بعد پہلے اپنی کولیگ اور دوست فرخندہ کے ساتھ مارکیٹ چلی گئی تاکہ ہفتے بھر کی سبزی بیکری کا سامان۔ اور دیگر اشیاء خرید سکے وہ گھر آ کر کچن میں رکھنے کے بعد نہا کر تیار ہوئی نماز ادا کی اور تین بجے وہ نمائش دیکھنے چلی گئی۔ وہاں سے فارغ ہوئی تو مدحت نسیم کے گھر آگئی، وہ مامون سے فرار اختیار کرنے کے لیے گھر جانے سے کترار ہی تھی لیکن دل و دماغ میں مامون ہی گھوم رہا تھا۔ مدحت نسیم نے ہی بہت پہلے مامون کا وزیٹنگ کارڈ رانیہ کے پرس میں دیکھا تھا اور جانے کس خیال کے تحت انہوں نے مامون کے موبائل نمبرز، اسی میل ایڈریس اور گھر کے فون نمبرز اپنے ڈائری میں نوٹ کر لیے تھے انہوں نے ہی مامون سے فون۔ پر رابطہ کر کے رانیہ کے متعلق بتایا تھا۔ مامون جو ہفتے بھر سے اسلام آباد میں ہی تھا۔ کمپنی آفس سیٹ کرنے اور رانیہ کو تلاش کرنے کا خیال لے کر ہی وہ یہاں آیا تھا اور اسے ہر راستے میں ڈھونڈ رہا تھا۔ مدحت نسیم کی فون کال نے اسے زیست افروز خبر سنا کر پھر سے زندہ کر دیا تھا اس کی لگن سچی تھی شاید اسی لئے اب۔ قدرت اس کو اس کی حالت پر رحم آگیا تھا اور اس نے مدحت نسیم کو رانیہ سے مامون۔ کی ملاقات کا وسیلہ بنا دیا تھا۔

رات کے سوانو بج رہے تھے۔ رانیہ کھانا مدحت نسیم اور ان کی فیملی کے ساتھ کھانے کے بعد اب گھر واپس جانا چاہ رہی تھی۔

رانیہ بیٹا! رات یہیں رک جاتیں صبح تو چھٹی ہے نا۔ مدحت نسیم کے شوہر ذاکر صدانی نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ بولی

جی بھائی، لیکن چھٹی والے دن مجھے گھر کے کام پٹانا ہوتے ہیں اس لئے رک نہیں سکتی آپ پلیز مجھے گھر تک ڈراپ کر دیں۔۔

ہاں ذاکر آپ رانیہ کو چھوڑ آئیں اکیلی کیسے جائے گی یہ۔

ٹھیک ہے چلو بیٹا! ذاکر صدانی گاڑی کی چابی اٹھاتے ہوئے بولے اور رانیہ ان کے ساتھ چلی آئی جس وقت ذاکر صدانی رانیہ کو فلیٹس کے احاطے میں ڈراپ کر کے جا رہے تھے، وہاں وہی آوارہ لڑکا کھڑا تھا اپنے جیسے ہی ایک اور آوارہ لڑکے کے ساتھ وہ رانیہ کو سیر پھیاں چڑھتے دیکھ کر پیچھے چلا آیا اور جابشت سے بولا۔

www.urdu novels mania.com

یہ سواری باد بہاری کہاں سے آرہی ہے حسینو! شام کو بھی یہاں ایک بندہ تمہارا پوچھ رہا تھا بڑا انتظار کیا بے چارے نے تمہارے گھر کے باہر ٹہل ٹہل کر۔۔۔۔۔ اور تم اسے ٹائم دے کر اس گاڑی والے کے ساتھ ٹائم گزارنے چلی گی۔

بکو اس بند کو وہ بھائی ہیں میرے۔ رانیہ غصے سے بولی تو وہ ہنستے ہوئے بولا

او کیسا بھائی ہے یہ جو اپنی حور جیسی بہن کو تنہا رہنے کے لیے فلیٹ میں چھوڑ گیا ہے۔ بھائی کے گھر میں بہن کے لیے ایک کمرہ ایک بستر تک نہیں ہے۔۔۔۔۔ ہا ہا ہا ہا۔۔۔۔۔ کیوں بے وقوف بناتی ہو۔ ایک رات ہمیں بھی دے دو۔

گھٹیا آدمی ہٹو میرے راستے سے۔ رانیہ شرم اور غصے سے انگارہ ہوتے ہوئے بولی تو فلیٹوں میں رہنے والے ایک بزرگ کی آواز آئی۔

اوائے ٹونی کے بچے تو نے پھر کمنگی شروع کر دی، ہٹ پرے جانے دے بچی کو ورنہ تیرا سر پھاڑ دوں گا۔

او بزرگو! اللہ اللہ کیا کرو، ہر آنے جانے والے پر نظر نہ رکھا کرو۔ ٹونی جو رانیہ کو پریشان کر رہا تھا بزرگ کو دیکھتے ہوئے چڑک بولا اور رانیہ موقع غنیمت جانتے ہوئے تیزی سے اپنے فلیٹ کی طرف دوڑی، لاک کھول کر اندر آتے ہی لاک اچھی طرح لگا دیا۔

یا اللہ! مجھے اس شیطان کے شر سے محفوظ رکھنا۔

رانیہ نے بے اختیار یہ دعا مانگی اور چادر آتار کر صوفے پر رکھنے کے بعد کچن میں آکر پانی پیا، وضو وہ مدحت نسیم کے گھر پر ہی کر چکی تھی اب عشاء کی نماز ادا کر کے سونا چاہتی تھی۔

کیونکہ آج سارا دن ادھر ادھر مٹر گشت کرتے کرتے وہ خاصی تھک چکی تھی اور اس وقت مامون کا خیال بھی اس کے ذہن سے نکل گیا تھا۔ اس نے اپنے بیڈ روم میں داخل ہو کر لائٹ آن کی تو کمرہ سفید روشنی سے بھر گیا اور اس کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئی۔۔۔۔۔ مامون ضیاء اس کے

بیڈ پر۔ نیم دراز تھا آسمانی رنگ کے شلوار قمیض میں وہ بہت نکھر نکھر الگ رہا تھا اور لائٹ آن ہوتے ہی اٹھ بیٹھا تھا۔

\_\_\_\_\_AshKhann\_\_\_\_\_

تم! رانیہ کو پہلے ہی غصہ چڑھا ہوا تھا مزید تب گئی کر بولی۔

ہاں میں۔۔۔۔۔ میں نے کہا تھا ناں کہ پھر بیڈ روم میں ہی ملوں گا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولا نظریں اس کے دھلے دھلے میک اپ سے مبرا چہرے پر جمی تھیں۔

تمہیں جرات کیسے ہوئی میرے بیڈ روم میں آنے کی اور میرے بیڈ پر لیٹنے کی؟ وہ غصے سے بولی تو وہ اٹھ کر اس کے قریب چلا آیا۔

میں تمہارا شوہر ہوں، میرا حق تمہاری ہر چیز پر اور تم پر۔ مامون نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کی تھڑی کو چھوا تو اس نے رخ پھیر لیا۔

تمہیں تو شام کو آنا تھا۔ رانیہ نے کہا۔

شام کو ہی آیا تھا لیکن تم جان بھوجھ کر گھر کو لاک لگا کر غائب ہو گئی کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد مینے

مدحت آپنی کو فون کیا۔ انہوں نے مجھے اپنے پاس بلایا وہاں چائے وغیرہ پینے کے بعد میں ان سے تمہارے فلیٹ کی ڈوپلی کیٹ چابی لے کے یہاں آ گیا۔ ویسے گھر اچھا سجایا ہے تم نے اپنا اصل گھر یقیناً تم اس سے زیادہ خوبصورت سجاوگی ہے ناں۔ مامون نے مسکراتے ہوئے انکشاف کیا وہ کچھ دیر بولی نہیں چند لمحے اس کے بولنے کا انتظار کرنے کے بعد وہ خود ہی کہنے لگا۔

تم تو کھانا کھا کر آئی ہو، میں نے بھی تمہارے کچن سے فریج سے ڈبل روٹی انڈے اور کباب نکال کر بھوک مٹالی تھی اب اگر تم اپنے ہاتھ کی بنی چائے پلا دو مزا آ جائے۔

زہر نہ پلا دوں۔ وہ غصے سے بولی

جدائی کا زہر کیا کم تھا مجھے مارنے کے لیے ہوں۔ مامون نے سنجیدگی سے کہا تو وہ نظریں چرا کر جانے لگی کہاں جا رہی ہو؟

دوسرے بیڈ روم میں سونے جا رہی ہوں بہت تھک گئی ہوں میں۔

تو میں ہوں نا تمہاری تھکن دور کرنے کے لیے یہاں آؤ۔ مامون نے شوخ و شریر لہجے میں کہتے ہوئے اس کا بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تو وہ اس کے سینے سے آٹکرائی۔

مومن پلیز! وہ بے ساختہ بولی اور اس کے دل کے تار ہلا گئی۔

مامون کی نگاہ اس کی کلائی میں موجود اپنے اس پیار بھرے تحفے پر پڑی جو اس نے نکاح کے بعد رونمائی کے۔ طور پر اسے کنگن کی شکل میں پہنائے تھے۔ مامون نے دل و روح میں خوشی اور اطمینان کے پھول کھلنے لگے۔ رانیہ کے دل میں اگر اس کے لیے گنجائش نہ ہوتی تو وہ اس اس تحفے کو اب تک اپنی کلائی سے کیوں لگائے رکھتی؟

کب ختم ہوگی تمہاری یہ نفرت؟ مامون نے نرمی سے پوچھا۔  
کبھی نہیں۔

بری بات ایسے نہیں کہتے۔ مامون نے بہت محبت سے کہتے ہوئے اسے اپنی بانہوں کے حصار میں لے لیا۔

چھوڑو مجھے!

اوں ہوں، تین برس کی تشنگی مٹانی ہے کیسے چھوڑ دوں تمہیں، ہوں۔ وہ بہت بے خودی کے عالم میں بولتا اسے اپنی محبت کے حصار میں یوں لیتا چلا گیا اور اپنا حق استعمال کرتا چلا گیا کہ وہ ذرا سی مزاحمت نہ کر سکی اور رانیہ جواب تک اس رشتے کو ہی قبول کرنے پر آمادہ نہیں تھی، مامون نے اسے اس۔ رشتے کا حق استعمال کر کے ازدواجی تعلق استوار کر کے اسے بہت کچھ بتا دیا تھا، سمجھا دیا تھا، باور کرا دیا تھا۔

ناشتہ ملے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ رانیہ صبح کچن میں مصروف تھی کہ مامون مسرور سا آ کر کہنے لگا۔  
نہیں! رانیہ نے اس کی طرف دیکھے بنا خفگی سے جواب دیا۔

خفا کیوں ہو؟ مامون نے پاس آکر اس کے گیلیے بالوں کو پھجوا۔  
زیادہ معصوم اور انجان بننے کی ضرورت نہیں ہے اچھا۔ رانیہ نے اسی لہجے میں کہتے ہوئے فریج میں  
سبزی کا شاپرنکالا وہ ہنس پڑا اور پھر پیار سے اسے سمجھانے لگا۔  
پگلی! اس میں خفا ہونے کی نہیں۔، خوش ہونے کی ضرورت ہے کہ ے مہاراشوہر تم سے کتنی شدید  
محبت کرتا ہے۔ تمہاری تین برس کی بے رخی اور جدائی کے باوجود تمہیں اپنے دل کے قریب  
محسوس کرتا ہے، تم پہ جان پھڑکتا ہے۔

آپ جانیں یہاں - سے - وہ چولہا جلاتے ہوئے بولی - وہ سچ ہی کہہ رہا تھا، رانیہ کا دل مان رہا تھا مگر دماغ الجھ رہا تھا۔

میں اگر اب چلا گیا تو واپس کبھی نہیں آؤں گا۔

سوچ لورانیہ، تم اگر ساری زندگی میرے نام سے جڑ کر رہنا چاہتی ہو تو دو رکیوں رہو میرے ساتھ  
میرے پاس میرے قریب بھی رہ سکتی ہونا۔۔۔۔۔ کبھی اپنی آنکھیں بند کر کے محسوس کرنا تمہیں  
یہاں اس دل میں دھڑکتا ہوا محسوس ہونگا۔

مامون نے پیار سے کہتے ہوئے اس کے دل پر ہاتھ رکھا تو اس نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا، دل جیسے  
پورے بدن میں دھک دھک کر رہا تھا۔

رانیہ نے پراٹھے کے لیے تو چولہے پر رکھ دیا۔

آپ نہیں بدل سکتے۔ رانیہ نے کہا۔

تمہارے ساتھ تو واقعی کبھی نہیں بدل سکتا۔ ہمیشہ ایسا ہی رہوں گا پیار کا بادل بن کر۔ مامون نے اس  
کے شانے پر ٹھوڈی رکھ کر کہا۔

کیا کر رہے ہیں خود بھی جلیں گے اور مجھے بھی جلانیں گے۔ رانیہ نے بری طرح بوکھلا گئی چیخ کر بولی۔

تم بھی تو تین سال سے یہی کر رہی ہو خود بھی جل رہی ہو اور مجھے بھی جلا رہی ہو۔ مامون نے معنی خیز  
بات کہی وہ سلگ گئی۔

ناشتہ کرنا ہے تو لاؤنج میں جا کر بیٹھیں اور اگر نہیں کرنا تو بھی جانیں مجھے بہت کام کرنا ہے ابھی۔ وہ تیز  
لہجے میں بولی

تین سال بعد شوہر سے ملی ہو شوہر گھر آیا ہے اور تم یہ کام پھیلا کر یہاں مصروف ہو گئی۔ بڑے افسوس  
کی بات ہے اور جانتی ہو تین سال سے میں۔ نے انڈہ پراٹھا ناشتے میں۔ نہیں کھایا۔

تمہارے ہاتھ کا ذائقہ نہیں۔ بھلانا چاہتا تھا میں اس لئے کسی اور کے ہاتھ کا بنا پراٹھا بھی نہیں کھایا آج اپنے ہاتھوں سے وہی ناشتہ بنا کر کھلاؤنا۔ مامون نے پیار بھرا شکوہ کرتے ہوئے کہا کوئی اور موقع ہو تو تو رانیہ اپنی خوش بختی پر رشک کرتی لیکن وہ مامون کو اپنی رسوائی کا ماں باپ کی موت کا ذمہ دار سمجھتی تھی۔ اس لیے اس کی پیار بھری باتیں اسے سچی اور حقیقی خوشی نہیں۔ دے سکتی تھیں۔

اچھا! تو آپ انڈہ پراٹھا نہ کھانے کے سبب سلم ہوئے ہیں میں سمجھتی تھی شاید۔۔۔۔۔ وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر فریج میں سے آٹا جو اس نے گوندھ کر رکھا تھا نکالنے لگی۔

شاید نہیں۔۔۔۔۔ یقیناً تمہاری جدائی کے غم میں۔ کھل کر یہ حال ہوا ہے میرا، خیر اب تو تم مل گئی ہو نا میں تو خوشی سے ہی پھول جاؤں گا۔

ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ رانیہ نے توجہ دلائی۔  
آؤ میرے ساتھ ناشتہ کرو۔

میں نے کر لیا ہے۔

ہمیشہ کی طرح دودھ کا ایک گلاس ہی پیا ہوگا۔ مامون نے کہا تو اس نے حیرت سے اسے دیکھا جو تین سال کی جدائی کے باوجود اس کی عادت سے واقف تھا۔ اس کی حیرت کو مامون نے بھی محسوس کر لیا تھا مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

تمہاری ہر عادات، پسند و ناپسند مجھے آج ہی ازبر ہے لیکن کبھی بکھار روٹین سے ہٹ کر بھرپور ناشتہ کر لینا چاہیے اس سے کھوئی ہوئی توانائی بحال ہوتی ہے۔

آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟

تین سال میں سب بھول گئیں کہ میں کیا چاہتا ہوں رانیہ م تم اپنی مرضی سے نیچھے چھوڑ کر گئی تھی ناں تم کیا جانو محبت کی جدائی کیسے جاں گسل اور قیامت خیز ہوتی ہے۔ کیسا کرب جھیللا ہے میں نے تمہارے غم میں کتنا تڑپتا اور بلکتا رہا ہوں میں تمہاری اس نفرت انگیز لا تعلقی اور دوری کے سبب محبت تو میں نے کی تھی ناں تم سے اس لئی سزا بھی مجھ کو ہی ملی ہے تم نے مجھ سے کب محبت کی تھی کرتیں تو یوں جدا ہونے کا تصور بھی نہ کر سکتی۔ کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ اگر تمہارے دل میں میرے لیے کوئی سفٹ کورز نہیں تھا تو میرے نام پر ساری زندگی گزارنے کے لیے تم غائب ہو گئی تھی کیوں؟ مجھ سے نکاح کا بندھن توڑ کیوں نہ لیا تم نے تاکہ کسی اور شخص سے شادی کر کے اپنا گھر بسا سکو بولو؟ مامون نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ ناشتہ ختم کر لیا تھا اس نے۔

Ash-Khann

میری زندگی میں ایک مرد نے کیا کم آفتیں نازل کی ہیں جو میں۔ کسی دوسرے مرد کو اپنی زندگی کا اختیار سونپنے کی حماقت کروں گی۔ آفتیں ناوڑ مصیبتیں نہیں، چاہتیں اور محبتیں کہو۔ مامون نے مسکراتے ہوئے پیار سے کہا آپ جائیں یہاں سے۔ وہ جھلا کر بولی۔ اب چلا گیا تو واپس کبھی نہیں آؤں گا۔ کیا مصیبت ہے؟

رانیہ الجھن امیز نظروں سے اسے دیکھا اور اپنے کمرے میں چلی آئی چادر اتار کر وارڈروب میں رکھی اور خود کمرے میں۔ ٹہلنے لگی۔

رانیہ - - - - - تم غلط کر رہی ہو مامون کو دل سے اپنا لو اس لئے کہ تم ہمیشہ سے اس کی منتظر رہی ہو،

جانے انجانے اس کا خیال تمہیں بے چین کرتا رہا ہے دل نے ہمیشہ اسے اپنے پاس دیکھنے کی خواہش کی ہے۔ غصہ اور بدکمانی کا طوفان تھم گیا تو مامون اتنا بے ضرر معصوم اور مخلص لگنے لگا کہ اس پر پیار آنے لگے۔ ہاں میں۔ نے ہمیشہ اس حقیقت کو اس احساس اور جذبے کی موجودگی کو جس کو میں کوئی نام نہیں دے سکتی اسے جھٹلایا ہے نظریں چرائی ہیں مگر نظروں میں بسی مامون کی صورت کو اپنی تمام تر نفرت کے باوجود کبھی مٹانہ سکی۔ شاید اس کی محبت کی شدت نے میری نفرت

کی حدت کو ختم کر دیا ہے۔ تو کیا مجھے مامون کے ساتھ چلے جانا چاہیے مگر مامون کی میسی وہ مجھے قبول نہیں کریں گی اور اس کی وجہ بھی تو خود مامون ہے جس کی وجہ سے محلے، خاندان اور شہر بھر میں آوارہ اور بدکردار کہلائی گئی بدنام اور رسوا ہوئی میں اپنی عزت کے اعتبار اور کردار کے قاتل کو کیسے معاف کر دوں؟؟

کیسے قبول کروں اسے؟؟ کیسے اپنی زندگی اسے سونپ دوں؟؟ نہیں میں اسے نفاق نہیں کروں گی۔ رانیہ خود سے سوال جواب کرتے ہوئے بولی اور مامون کو کھری کھری سنانے کے ارادے سے کمرے سے نکلی تو وہ جاچکا تھا۔

چلا گیا ناراض ہو کر گیا ہے شاید میں نے کتنا دھتکارا ہے اسے ذلیل کیا ہے اس کی محبت بھرے ہاتھوں کو نفرت سے جھٹکا ہے تین سال بعد وہ مجھے ڈھونڈتا ہوا آیا تو میں اب بھی اسے اپنی بے رخی اور بے حسی سے ہرٹ کیا ہے یہاں سے چلے جانے کے لیے کا کہا ہے اتنی ناقد رسی اور تذلیل کے بعد یقیناً اب وہ یہاں میرے پاس آنے کی ہمت بھی نہیں کر سکے گا۔ لیکن میرا دل کیوں رو رہا ہے؟؟

وہ سوچتی بالکونی کی طرف آئی، نیچے دیکھا مامون کہیں نظر نہیں آیا پھر دروازہ کھول کر باہر نکلی تو سیڑھیوں میں ٹوٹی اور اس کا دوست خالد کھڑا دیکھ کر رک گئی۔ ان دونوں نے اسے دیکھ کر سیٹیاں بجائیں۔

وہ ہمیر و تو چلا گیا کہو تو ہم آجائیں دل بہلانے کو۔ ٹوٹی نے بے حیائی سے کہا تو وہ اس پر نفرت بھری نگاہ ڈال کر واپس اپنے فلیٹ میں۔ آگئی اور دروازہ لاک کر لیا۔

یہ کمینے تو میرے پیچھے ہی پڑ گئے ہیں میں کیا کروں کہاں جاؤں؟ وہ پریشانی سے باؤز بول رہی تھی۔ اپنے حقیقی شوہر کے پاس جاؤ وہی تمہارا اصل محافظ اور حقیقی پناہ گاہ ہے عورت مرد کے بغیر اس معاشرے میں اکیلی نہیں جی سکتی۔ ٹانی اور خالد جیسے مرد اکیلی عورت کا جینا حرام کر دیتے ہیں۔ اور اکیلی عورت اور لڑکی تو کئی ہونی پتنگ کی طرح ہوتی ہے جسے ہر کوئی لوٹنے کو دوڑتا ہے۔ تم کب تک ان آوارہ لڑکوں سے بچ سکو گی اگر کسی رات تمہارے گھر میں انہوں نے نقب لگائی تو جو عزت تم ابھی تک بچاتی آئی ہو وہ بھی رُلا بیٹھو گی، پھر تو تمہارے جینے کا بھی کوئی جواز کوئی راستہ باقی نہیں بچے گا۔ کب تک دوسروں کے رویوں کے سبب اپنی زندگی زلت و رسوائی کے حوالے کرتی رہو گی؟ رانیہ کے دماغ نے سمجھایا، ضمیر نے حقیقت کا رنگ دکھایا تو وہ پریشان ہو گئی۔

یا اللہ! میں کیا کروں میری مدد اور رہنمائی فرما مجھے سیدھا اور صحیح راستہ دکھا۔ رانیہ نے روتے ہوئے دعا مانگی۔

اگلے دن پہلا روزہ تھا، رانیہ نے پورے خشوع و خضوع کے ساتھ نماز روزے اور عبادت کا اہتمام کیا اور اپنے لیے اپنے بہتر اور خوشگوار مستقبل کے لیے دعائیں مانگیں۔ رمضان کی وجہ سے اسکول میں

ساڑھے بارہ بجے ہی چھٹی ہو جاتی تھی اسے مدحت نسیم ہی اسکول سے پک اور ڈراپ کرتی تھیں۔ کئی روز سے ٹونی اور خالد بھی اسے کہیں نظر نہیں آئے تھے تو اس نے مطمئن ہو کر سوچا۔

شکر ہے کہ رمضان میں شیطان باندھ دئیے جاتے ہیں۔

پندرہ روزے خیریت سے گزر گئے رانیہ کو محلے کے ان بزرگ صوفی صاحب سے معلوم ہوا کہ ٹونی اور خالد کا ون ویلنگ کرتے ہوئے ایکسڈینٹ ہو گیا تھا اور اب تک ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ رانیہ نے یہ سن کر خدا سے ان کی ہدایت کی دعا کی تھی۔

آج بیواں روزہ تھا۔ رانیہ اور مدحت نسیم شاپنگ کرنے نکلی تھیں۔ مدحت نسیم تو کپڑے جوتے وغیرہ سب گھر والوں کے لیے خرید چکیں تھیں صرف جیولری وغیرہ خریدنے کا ارادہ تھا۔ ان کا اصل مقصد تو رانیہ کو عید کی شاپنگ کے لیے لانا تھا جس نے ابھی تک کچھ نہیں خریدا تھا۔ نجانے کیوں اس کا دل بجھا بجھا سا تھا۔ اسے مامون رہ رہ کر یاد آ رہا تھا اور وہ یہ ماننے سے انکاری تھی کہ اسے مامون سے محبت ہو گئی ہے۔

نے قراری سی تھی۔ اسے آج کل یہ احساس شدت سے بے چین کیے رکھتا تھا کہ اس نے مامون ضیاء کے ساتھ بہت زیادتی کی ہے اسے ہرٹ کیا ہے اس کی بہت ہتک کی ہے اور ناحق کی ہے غلط کیا ہے اس کے ساتھ۔

رانیہ یہ تم ہی ہوناں!! رانیہ اپنے لیے جوتے پسند کر رہی تھی تب ایک مانوس سی آواز اس کے کان میں پڑی تو اس نے سر اٹھا کر دیکھا وہ رومانہ تھی اس کی کزن دوست اور کلاس فیلو، رخسانہ مجید کی چھوٹی بیٹی۔

رومانہ تم! رانیہ خوشی سے مسکراتے ہوئے اٹھ کر اس سے گلے لگ گئی۔  
کہاں چلی گئی تھی تم، مامون بھائی تمہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گئے، کتنے دکھی اور آردہ ہو گئے تھے وہ  
تمہارے یوں چلے جانے سے۔ رومانہ نے بھیگتی آوازیں کہا تو وہ اس سے الگ ہو کر سنجیدہ سے بولی

مامون نے میرے لیے وہاں رہنے کے لیے چھوڑا ہی کیا تھا؟  
میرا خیال ہے کہ ہم سامنے اس پارک میں بیٹھ کر بات کریں تو زیادہ مناسب ہے۔  
مدحت نسیم نے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا تو دونوں نے ان کی بات کی تائید کی اور ان کے ساتھ  
چلتی ہوئی پارک میں آ گئیں۔

رانیہ تم بہت بڑی سازش اور غلط فہمی کا شکار ہو گئی تھی اور مجھے شرمندگی اور افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے  
کہ تم نے اپنی زندگی کے تین قیمتی اور خوبصورت برس ضائع کر دیئے۔  
کیا مطلب ہے تمہارا تاکیا مامون کو دل سے قبول کر لیتی جو میری عزت کا قاتل اور میرے ماں باپ  
کی موت کا ذمہ دار ہے؟ رانیہ نے رومانہ کی بات سن کر تلخی سے کہا مگر دل میں دہائی مچ گئی تھی وہ تو  
اب مامون کو مجرم ماننے کو تیار ہی نہ تھا۔  
رانیہ! تمہارا مجرم مامون ضیاء نہیں ہے بلکہ تمہاری ممانی اور میری ماں ہے۔  
کیا؟ رانیہ کا سر چکر گیا۔

ہاں رانیہ! یہ سب امی نے تمہارے ساتھ کیا تھا مومن بھائی تو بہت معصوم ہیں بے گناہ ہیں وہ تو بہت مخلص تھے تمہارے ساتھ امی نے۔۔۔۔۔۔۔۔!

رومانہ اسے دھیرے دھیرے الف سے ی تک ساری حقیقت بتاتی چلی گئی جسے سننے کے بعد رانیہ اپنا دل تھام کر بیچ پر ڈھے گئی اور روتے ہوئے بولی۔

یا اومیرے اللہ! یہ میں نے کیا کیا، ایک مخلص انسان کو ہرٹ کیا دکھی اور پریشان کیا آزرده اور رد کیا۔ یا اللہ مجھ سے کیا ہو گیا۔ میں نے مامون کو۔۔۔۔۔ اب بھی ٹھکرا دیا جب کہ وہ مجھ تک پہنچ گئے تھے۔۔۔ وہ پھر نہیں آئے۔

طفیل یہ لڑکا کیا کہہ رہا ہے تم باہر کسی لڑکی کے ساتھ پھرتے ہو؟ مسز طفیل نے اپنے شوہر کو کڑے  
توروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

میں بتاتا ہوں یہ اپنی کو لیگ کو محبت کے جال میں پھنسا رہے ہیں اس سے کہتے ہیں کہ میری پاگل ہے موٹی ہے اور اس کی عقل بھی موٹی ہے اور وہ نفسیاتی مریضہ ہے میں نے خدا ترسی کے لیے اسے اپنے گھر میں رکھا ہوا ہے کیوں طفیل صاحب یہی کہتے ہیں ناں آپ اپنی کو لیگ نانہ سے؟ مامون نے سب کے متعلق معلومات اکٹھی کر لی تھیں اب سب کے کارنامے ان کے سامنے پیش کر رہا تھا۔

جھوٹا ہے یہ۔ مسٹر طفیل سٹیٹا کر بولے۔

تو ناتلہ سے بات کر لیتے ہیں۔ مامون نے کہا۔

تم تو گھر چلو زرا گھٹیا آدمی تم نے مجھے پاگل اور نفسیاتی مریضہ کہا میرے بھائی تمہارا قیمہ بنا دینگے۔ چلو تم۔ مسز طفیل غصے سے لال پیلی ہوتی مسٹر طفیل کو کھینچتی ہوئی لے گئیں تو مسٹر اسلم بھی کھسیا کر نہکلنے لگے۔

مصٹر اسلم، آپ نے تو اپنی ساتھی ورکرز کو یہ بتا رکھا ہے کہ آپ کنوارے ہیں۔ اور افشاں کو آپ شیشے میں اتارنے میں بھی کامیاب بھی ہو گئے تھے مگر آپ کو یہ سن کر افسوس ہو گا کہ میں نے اس آپ کی اصلیت بتا دی ہے۔ مامون نے مسکراتے ہوئے اسلم سے کہا۔

بھیا! معاف کرنا میں ان کیمینوں کی باتوں میں آگئی تھی یہ ٹوٹی اور خالد تو زے شیطان ہیں مجھے بھی بہکا دیا اور اسلم تم تو گھر چلا ذرا تمہارے تین بچے میں تمہاری محبوباؤں کو منہ دکھائی میں۔ دوں گی اب چلو بے ایمان آدمی۔ مسز اسلم نے مامون سے معذرت کرنے کے بعد اپنے شوہر کو باہر دھکیلا تو مامون نے ٹوٹی اور خالد کو گھورا۔

تم دونوں نے اپنے ایکسیڈنٹ سے کوئی سبق نہیں سیکھا نئی زندگی اللہ نے دی ہے تو اسے اچھے اور نیک کاموں میں صرف کرنے کی بجائے تم اب بھی اپنی آوارگی کا ثبوت دے رہے ہو۔ شرم سے ڈوب مرو تمہارا ایک ایک کر توت پولیس ریکارڈ میں محفوظ ہو گیا ہے۔ سدھر جاؤ ورنہ پولیس تم جیوں کو سدھارنا خوب جانتی ہے اور تم دونوں کے لیے میا کیلا ہی کافی ہوں۔ دفعہ ہو جاؤ یہاں آئندہ اگر میری بیوی یا کسی بھی لڑکی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو تم دونوں کی آنکھیں نکال کر کتوں کو کھلا دوں گا۔ تم ہر وقت پولیس کی نظروں میں رہو گے۔ بولویہ عید حوالات میں گزارنا پسند کرو گے

\_\_\_\_\_ يا

ہمیں معاف کر دیں۔ دونوں نے ڈر کر ایک ساتھ کہا۔

[illegible]

دونوں ٹھیک ہے کہ کرتیزی سے وہاں سے بھاگ نکلے۔ مامون نے رانیہ کی طرف دیکھا جو اسی حالت میں کھڑی تھی جو تین سال پہلے مامون کی ہو گئی تھی۔ مامون کو اپنی جانب دیکھتا پتا کر مارے شرمندگی کے وہ رخ پھیر گئی کر کھڑی ہو گئی۔ مامون نے گہرا سانس لبوں سے خارج کیا اور دروازہ لاگ کر دیا۔ رانیہ!! مامون نے اس کے قریب آ کر اس کے شانوں پر ہاتھ کھ کر مدھم آواز میں پکارا اور پھر اس کا رخ اپنی جانب موڑ لیا۔ رانیہ کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ وہ بے قرار ہو گیا۔ رانیہ نے اشک بھاتی آنکھوں سے اپنے خلوص بے ریا اور محبوب شوہر کا چہرہ دیکھا اور پھر ضبط ہار گئی اور اس کے سینے میں اپنا چہرہ چھپا کر بلک کر رونے لگی۔ مامون تو اس کی اس حرکت پر حیران ہوا تھا بھلا وہ کب اسے اپنے قرب کے قابل سمجھتی تھی اور اب خود ہی اس کی پناہوں میں آ گئی تھی۔ اس نے بھی اسے اپنی بانہوں کے حلقے میں لے کر اپنی محبت اور حفاظت کا احساس دلایا۔

وہ بری طرح رو رہی تھی جیسے تین برس کے آنسو اس نے بچا کے رکھے ہو اور آج انہیں اس کے دامن میں سمونے کی ٹھانی ہو۔

بس رانیہ کچھ نہیں ہوگا تمہیں میں ہوں ناں۔ خدا کے بعد تمہارا محافظ تمہارا احصار۔۔۔۔۔ ہوں۔۔۔۔۔  
 ۔۔۔۔۔ بس شاباش حوصلہ کرو۔۔۔۔۔ یہ سب بزدل اور چھوٹے لوگ تھے تم ان سے ڈر گئی  
 ، تم تو بہت بہادر ہو بڑی ہمت والی ہو۔ پگلی میرے ہوتے ہوئے تمہارا کوئی بال بیکا نہیں کر سکتا۔

میں تم سے بے خبر تھوڑی تھا ان لوگوں کے متعلق انفارمیشن اکٹھی کر رہا تھا۔ یہ جاننے کے لیے کہ میری محبت کے آس پاس کس قسم کے لوگ رہتے ہیں۔۔۔۔۔۔ اب میں تمہیں یہاں رہنے نہیں دوں گا لگتا ہے تین سال سے میرے انتظار میں تم نے یہ آنسو سنبھال کر رکھے ہوئے تھے۔ چلو آج کھل کر رول لیکن دھیان رہے ان آنسوؤں میں تمہارا مامون نہ بہہ جائے۔ مامون نے اس کے سر پر بوسہ دیا اور اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے پیار بھرے لہجے میں بولا تو اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

مامون!

کہو میری جان - اس نے پیار سے اس کے آنچل سے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔  
تو وہ بھیگتی آواز میں ندامت سے بولی  
مامون مجھے معاف کر دیجئے۔

رانیہ! مامون حیرت سے اس کی صورت تیکنے لگا، اس نے کب چاہا تھا کہ رانیہ یوں اس سے معافی مانگے وہ تو اس کی زبان سے اپنے لیے محبت کا اقرار سننے کا متمنی تھا وہ اسے جھکانا نہیں چاہتا تھا۔ میں تو کچھ اور سننے کے لیے بے تاب ہوں معافی نہیں رانیہ۔

یہ کیا کر رہی ہو رانیہ م ایسا تو کبھی نہیں چاہا میں نے کیوں مجھے گناہگار کرتی ہو ایسا کیا کیا ہے تم نے جو یوں معافی مانگ رہی ہو؟

مامون سے اس کے ہاتھ علیحدہ کر کے باری باری چوم کر بے قراری سے کہا۔

میں نے آج تک آپ کو بہت دکھی، آزرده اور پریشان کیا ہے نا۔۔۔۔۔ ہمیشہ آپ کو برا کہا۔۔۔۔۔ برا سمجھا۔۔۔۔۔ آپ کو اپنا قصور وار سمجھتی رہی۔۔۔۔۔ مگر میں غلط تھی، مجھے تو رخصانہ ممانی نے بدنام کیا تھا۔۔۔۔۔ رانیہ نے روتے ہوئے اٹک اٹک کر اپنا جرم قبول کرتے ہوئے کہا تو مامون نے نرم لہجے میں کہا۔

AshKhann

میں۔ جانتا ہوں مدحت آپنی سے دوپہر بات ہوئی تھی۔ انہوں نے مجھے ساری حقیقت سے آگاہ کر دیا ہے۔ رانیہ تم اگر میری بات سن لیتیں ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچتیں تو جان لیتی کہ مامون ضیاء اتنا گھٹیا شخص نہیں ہے کہ اپنی محبت کو رسوا کرے اسے دکھوں اور آنسوؤں کے حوالے کر دے۔ اسے اپنے سامنے جھکانے نیچا دکھانے یا اپنے رو کے جانے پر بدنام کر دے۔ نہیں رانیہ جان! میں مامون ضیاء تمہارے متعلق ایسا کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تم اپنی منگنی سے خوش تھی تو میں بھی تمہاری خوشی میں خوش تھا۔ جسے دل میں بہت بلند مقام دے دیا جائے اسے محفل میں پستی میں نہیں گرایا جاتا تم آج بھی میرے دل میں بہت بلند مقام رکھتی ہو آئی لویو رانیہ آئی لویو ویری مچ۔ پلیز اپنی محبت کو معاف کر دیں۔ وہ پھر سے رو پڑی۔

جس سے محبت ہو اس سے معافی کا تقاضا کرنا یا اس کی خواہش رکھنا کم از کم میں تو جائز نہیں سمجھتا۔ تمہاری میرے متعلق بدگمانیا ختم ہو گئیں ہیں مجھے اور کیا چاہیے؟؟ وہ خوشی سے بھیگی آواز میں بولا۔

---

میرا پیار

وہ اپنے آنسو صاف کر کے بولی۔

[illegible]

مامون کی روح تک اس کی بات پر جھوم اٹھی تھی۔  
ہوں! وہ شرمائی۔

لاؤودو۔۔۔۔۔ وہ شہر اتر سے مسرت سے بولا۔

ابھی۔۔۔۔۔

کیوں ابھی کیوں نہیں؟؟

آج تو چاند رات ہے۔۔۔ وہ مسکراتے ہوئے ذو معنی بات کہہ گئی۔

ارے واقعی آج تو چاند رات ہے مون نائٹ ہے آج میری رات ہے کل عید کا دن اور عید کی شب ۔ وہ ہنس پڑی مامون نے پہلی بار اسے ہنستے ہوئے دیکھا تھا تو وہ دیکھتا ہی رہ گیا ۔

او گاڈ! پہلی بار تمہیں ہنستے ہوئے دیکھا ہے ظالم لڑکی اتنی پیاری ہنسی مجھ سے چھپائے رکھی۔  
اس نے اس کی کنگن والی کلائی تھام کر پیار بھرا شکوہ کیا۔

اب نہیں چھیاؤں گی۔

اب تو مجھ سے کچھ بھی نہیں چھپایا وگی۔ وہ شریر اور معنی خیز لہجے میں۔ بولا۔

ایک اچھی خبر سن لو! تمہارے اسجد بھائی ایک سال پہلے پاکستان آئے تھے سارے حالات جاننے کے بعد بہت شرمسار ہو رہے تھے اپنے رویے پر تمہارے لیے فکر مند تھے میں نے انہیں تسلی دے دی تھی کہ میں اپنی رانیہ کو تلاش کر لوں گا۔ وہ واپس وہی چلے گئے تھے میرا ان سے فون پر رابطہ رہتا ہے۔ کل میں ان سے تمہاری بات کراؤں گا اور مومی ڈیڈی بھی تمہارے شدت سے منتظر ہیں۔ ہم کل عید پڑھ کر سام کی فلائٹ سے کراچی ان کے ساتھ عید منانے جائیں گے بولو منظور ہے۔ مامون نے نرمی سے انکشاف کرنے کے بعد اس کی رائے چاہی۔

جی۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ پرسکون ہو کر بولی

تھینکس رانیہ! اے م نے مجھے اپنی محبت کا تحفہ دے کر مالامال کر دیا ہے۔ خوشی سے مامون کی آنکھیں۔ چھلک پڑیں رانیہ اس کی محبت پر فخر کر رہی تھی اور اس کے ہمیشہ ابدی محبت بھرے ساتھ کی دعا مانگ رہی تھی۔

اسی وقت مسجد کے لاوڈ اسپیکر سے عید کی نماز کا اعلان ہونے لگا تو رانیہ اور مامون نے ایک دوسرے کو مبارک باد دی۔

چاند رات مبارک ہو۔

اور چند منٹ بعد رانیہ مامون کے ساتھ اس کی گاڑی میں اس کے برابر بیٹھی اس کے گھر جا رہی تھی جہاں محبتوں بھری چاند رات اور چاہتوں میں نکھر اعیہ کا دن اس کا منتظر تھا۔ وہ دونوں بہت زیادہ

خوش تھے مامون نے ہاتھ بڑھا کر گاڑی میں سیٹ ٹیپ ریکارڈ آن کر دیا اور ایک خوبصورت نغمہ گاڑی میں گونجنے لگا۔

تم کیا ملے زندگی ملی

چاند رات کو چاندنی ملی

مجھ کو ساری زندگی کا پیار مل گیا۔

نغمے کے بول سن کر رانیہ اور مامون نے ایک دوسرے کو پیار سے دیکھا اور دونوں خوش دلی سے ہنس پڑے، افق پر عید کا چاند بھی ان دونوں کے پیار بھرے سنگم پر مسکرا رہا تھا۔

\_\_\_\_\_ ختم شد \_\_\_\_\_

